29 مئی تا 4 جون 2008ء/23 تا 29 جمادی الاولیٰ 1429ھ

تحریک آزادی؟

عدلِ کامل تو فقط دامنِ اسلام میں ہے

امریکی حملے اور ہماری خود مختاری

عوام مجرموں کے خلاف آمادۂ عمل

فحاشی و عریانی کی اشاعت اور ہمارا رویہ

ایرانی انقلاب سے پہلے کی جماعتیں

توبہ

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

نامے میرے نام

اندازِ فکر میں تبدیلی

انسانی جماعت میں جب بھی فساد و اختلال رونما ہوا، اس کا بنیادی سبب انسانی تاریخ میں ہمیشہ ایک ہی رہا ہے۔ یعنی سب سے پہلے اس کے اندازِ فکر میں تبدیلی رونما ہوتی ہے۔ زندگی کے اہم اور ضروری تقاضوں سے اس کی توجہ ہٹ جاتی ہے اور محض خرافات و اوہام یا مادی خواہشات کو اپنا کعبۂ مقصود بنا لیتی ہے۔ اس طرح بتدریج اس کی زندگی کا نقطۂ نظر بالکل بدل جاتا ہے اور یہیں سے اس کے نظامِ تمدن میں بدنظمی اور بے اعتدالی کا ظہور ہوتا ہے اور پھر آگے چل کر اس کا یہ نیا نظریۂ تمدن اتنا گہرا اور اتنا پختہ ہو جاتا ہے کہ اب اس میں نیک و بد اور غلط و صواب کی تمیز کی قوت ہی مفقود ہو جاتی ہے اور وہ اللہ کے بھیجے ہوئے مقدس انبیاء و رسلؑ کی دعوتِ اصلاح و تعمیر کا مذاق اُڑاتی ہے اور اپنے مادی تفوق کو اپنے نظریۂ زندگی کی صداقت کے لیے بطور سند پیش کرتی ہے۔

''اہل کفر نے اہل ایمان سے کہا، اگر اسلام کوئی بہتر چیز ہوتی تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ لے جاتے اور جب وہ اس سے ہدایت یاب نہ ہوئے تو اب کہیں گے کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔'' (الاحقاف:11)

''اُنھوں نے کہا کہ ہم بہت سا مال و اولاد رکھتے ہیں اور ہم کو عذاب نہیں ہوگا۔'' (سبا:35)

حیدر زمان صدیقی

سورۃ الانعام

(آیات:125۔126)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ ﴾

”تو جس شخص کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت بخشے اُس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اُس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے، گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ اِس طرح اللہ اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے عذاب بھیجتا ہے۔ اور یہی تمہارے پروردگار کا سیدھا رستہ ہے۔ جو لوگ غور کرنے والے ہیں اُن کے لیے ہم نے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔“

اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دینا چاہتا ہے، اُس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے، یہ ایک بڑی معنوی حقیقت ہے۔ سورۃ الانشراح میں رسول اللہ ﷺ کو فرمایا: ﴿اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ﴾ ”کیا ہم نے تمہارا سینہ نہیں کھول دیا“۔ یہ انداز اظہارِ احسان کا ہے، کیونکہ شرحِ صدر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے۔ شرحِ صدر کیا ہے؟ یہ وہ باطنی بصیرت ہے جو صحیح فیصلہ تک پہنچاتی ہے، پھر اسلام کے سارے احکام ہمیں ٹھیک نظر آتے ہیں، اللہ کا ہر حکم انسانی فطرت سے مطابقت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے، اللہ اور رسول ﷺ کے ہر حکم کو ہم سراسر منطقی اور معقول پاتے ہیں، گویا وہ ہمارے دل کی آواز ہوتی ہے۔ ہر مسلمان کو دعا کرنا چاہیے اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِالْاِيْمَانِ وَ اشْرَحْ صُدُوْرَنَا لِلْاِسْلَامِ ”اے ہمارے رب، ہمارے دلوں کو نور ایمان سے منور فرما دے اور ہمارے سینوں کو اسلام کے لیے کھول دے (کہ ہمیں اسلام کی ہر چیز ٹھیک نظر آئے)۔“ اس کے برعکس جس شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ طے کر دے کہ اُس کو تو گمراہی پر ہی رکھنا ہے تو وہ اُس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے۔ شریعت کے احکام کو قبول کرنا اُسے ایسا لگتا ہے گویا اُسے آسمان پر چڑھنا پڑ رہا ہے۔ اسلام کی خاطر ذرا سی تکلیف اور امتحان آئے تو اُس پر قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ گندگی (عذاب) ڈال دیتا ہے اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے۔

یہ ہے تیرے رب کا سیدھا راستہ۔ ہم نے اپنی آیات خوب تفصیل سے بیان کر دی ہیں، اُن لوگوں کے لیے جو نصیحت اور ہدایت حاصل کرنا چاہیں۔ جو شخص بھی تلاشِ حق کی خاطر ان آیات کی طرف خالص نیت اور ارادے کے ساتھ رجوع کرے گا، وہ ضرور مراد کو پالے گا۔

فرمانِ نبویؐ

بلندی کی راہیں

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: ((مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِّنْ مَّالٍ وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ)) (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”صدقہ وخیرات کرنے سے مال میں کمی واقع نہیں ہوتی، اور عفو و درگزر سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت ہی بڑھاتا ہے اور کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اور عاجزی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بلندی ہی عطا فرماتا ہے۔“

تشریح: حدیث کی پہلی بات میں صدقہ وخیرات کرنے کی ترغیب ہے۔ ظاہری آنکھ یہی دیکھتی ہے کہ غرباء و مساکین کو مال عطا کرنے پر اس میں کمی واقع ہو جائے گی، مگر حقیقت میں اس شخص کے مال میں دنیا میں بھی خیر و برکت حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں تو لازوال اجر و ثواب کا اضافہ ہوتا ہے۔ جب ہاتھ اللہ کی راہ میں کشادہ ہو جاتا ہے تو نفس سے بخل ایسی بری عادت جاتی رہتی ہے اور انفاق فی سبیل اللہ سے دل کو طمانیت اور سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور جو شخص دوسروں کو معاف کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کی عزت و احترام میں اضافہ کر دیتا ہے۔ حدیث مبارک میں تیسری بات تواضع اور عاجزی اختیار کرنے کے لیے ارشاد فرمائی گئی۔ اس سے نرم دلی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، تکبر اور غرور سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحریک آزادی؟

پاکستان پیپلز پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری نے بیک فٹ پر کھیلتے کھیلتے اچانک شاہد آفریدی کا روپ دھار لیا ہے اور مشرف کی گگلی کو اتنی زوردار شارٹ لگائی ہے کہ بال مشرف کے کورٹ سے نہیں بلکہ گراؤنڈ سے باہر گرتا دکھائی دیتا ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ''مشرف ماضی کا قصہ ہے، انہیں چاہیے کہ وہ اپنے آپ گھر چلے جائیں وگرنہ ہمیں ان کا مواخذہ کرنا پڑے گا''۔ علاوہ ازیں پاکستان پیپلز پارٹی نے ایک باسٹھ نکاتی آئینی پیکیج تجویز کیا ہے، جس میں صدر کے 58-2B سمیت تمام اختیارات کو ختم کر دیا جائے گا۔ یہ بھی اعلان کیا گیا ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے صدر مشرف کو کبھی آئینی صدر تسلیم نہیں کیا۔ اگرچہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ آصف علی زرداری نے صدر مشرف کے خلاف یہ جارحانہ رویہ امریکہ کی طرف سے گرین سگنل ملنے کے بعد اپنایا ہے، اس لیے کہ امریکہ کے لیے بھی صدر مشرف کا بوجھ ناقابل برداشت ہو رہا تھا۔ البتہ ہماری رائے میں ابھی وہ وقت نہیں آیا، کیونکہ امریکی سینیٹروں اور وزارتِ خارجہ کے اعلیٰ افسران کی اسلام آباد پر یلغار جاری ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہیں امریکہ میں کوئی کام ہی نہیں۔

ادھر اعتزاز احسن کی قیادت میں وکلاء کشتیاں جلا کر میدان میں اتر چکے ہیں۔ وہ معزول چیف جسٹس کا قافلہ لے کر فیصل آباد پہنچے ہیں۔ ایک بار پھر عوام نے افتخار چودھری کو آنکھوں پر بٹھایا ہے۔ ان کا فیصل آباد میں فقید المثال استقبال ہوا ہے۔ لوگوں کے جم غفیر نے بارش میں ان کا خطاب سنا ہے۔ افتخار چودھری کی عوامی پذیرائی کی وجہ ان کی جرأت و ہمت بھی ہے لیکن اصلاً مشرف سے اظہارِ نفرت ہے، یعنی حبِ علیؓ بھی ہے اور بغض معاویہؓ بھی۔ لیکن داد دیجیے مشرف کی ڈھٹائی کو، ملک کی تمام سیاسی قوتیں اس شخص کو رد کر چکی ہیں، حتیٰ کہ اُن کی پالتو جماعت کے مٹی پاؤ لیڈر چودھری شجاعت حسین بھی انہیں آنکھیں دکھا رہے ہیں، اس کے باوجود وہ خود کو آئینی اور منتخب صدر قرار دیتے ہوئے پانچ سالہ مدت پوری کرنے کا عزم ظاہر کرتے ہیں۔ جب وہ خود کو منتخب صدر کہتے ہیں تو سنجیدہ سے سنجیدہ آدمی بھی اپنی ہنسی نہیں روک سکتا۔ جس مرحومہ اسمبلی نے انہیں منتخب کیا تھا، وہ نیب (NAB) کی فیکٹری میں تیار کی گئی تھی۔ بہت سے اراکین اسمبلی ہی نہیں، وزراء بھی اشتہاری تھے اور 2002ء کے انتخابی ڈرامہ سے برآمد ہوئے تھے۔ پھر یہ کہ جب مشرف نے اس اسمبلی سے ووٹ لیا، وہ حالتِ نزع میں تھی اور چند روز بعد ہی اُس پر موت طاری ہو گئی۔ مشرف کو اس حالت میں چھوڑتے ہوئے کہ وہ شرم و حیا کے الفاظ اپنی لغت میں ڈھونڈ نکالیں، ہم وکلاء کی تحریک کی طرف لوٹتے ہیں۔

ہر تحریک کے دو ہی انجام ممکن ہیں یا تو ریاستی قوت تشدد کے بل پر تحریک کو کچل دیتی ہے یا تحریک کامیاب ہوتی ہے اور حکومت بدل جاتی ہے یا سرنگوں ہو جاتی ہے۔ ہم اعتزاز احسن سے صد فی صد اتفاق کرتے ہیں کہ جب بھی وکلاء کی تحریک زور پکڑتی ہے اور ججوں کی بحالی کا امکان پیدا ہوتا ہے، امریکی اوپر تلے اسلام آباد پہنچنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ہماری رائے میں بھی وکلاء کی تحریک کسی قدر امریکہ سے آزادی کی تحریک بن چکی ہے۔ ہم یہ بات یقین سے تو نہیں کہہ سکتے کہ وکلاء کی کامیابی کی صورت میں ہم (باقی صفحہ 14 پر)

''تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد	29 مئی تا 4 جون 2008ء	شمارہ
17	23 تا 29 جمادی الاولیٰ 1429ھ	22

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور۔ 54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ساقی نامہ (دوسرا بند)

[بالِ جبریل]

تمدن، تصوف، شریعت، کلام — بتانِ عجم کے پجاری تمام!
حقیقت خرافات میں کھو گئی — یہ اُمت روایات میں کھو گئی!
لبھاتا ہے دل کو کلامِ خطیب — مگر لذّتِ شوق سے بے نصیب!
بیاں اس کا منطق سے سلجھا ہوا — لغت کے بکھیڑوں میں الجھا ہوا
وہ صوفی کہ تھا خدمتِ حق میں مرد — محبت میں یکتا، حمیت میں فرد
عجم کے خیالات میں کھو گیا — یہ سالک مقامات میں کھو گیا
بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے — مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

8۔ حد تو یہ ہے کہ معاشرت اور رہن سہن ہی میں نہیں، تصوف، شریعت اور کلام، غرضیکہ اُن کی اجتماعی زندگی کے تمام شعبوں میں عجمی (غیر اسلامی) افکار کی آمیزش ہو گئی ہے۔

تمدن کے لغوی معنی ہیں معاشرتی و اجتماعی زندگی، یعنی طرزِ معاشرت۔ رہن سہن کے طریقے۔ اقبال کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں بہت سی غیر اسلامی رسوم داخل ہو گئی ہیں۔

تصوف: اصلاحِ باطن، تزکیۂ نفس۔ اسلامی تصوف میں بعض ویدانتی خیالات شامل ہو گئے ہیں۔ اور اِن کا نتیجہ بے عملی اور ترکِ دنیا کی شکل میں ظاہر ہُوا، جس نے مسلمانوں کی قوتِ عمل کو مفلوج کر دیا۔

شریعت: عقائد، عبادات اور معاملات کے مجموعے کا نام شریعت ہے۔ اس میں بھی علمائے سُو نے بعض غیر اسلامی باتیں داخل کر دی ہیں، مثلاً اسلام میں ملوکیت، رہبانیت، احباریت اور سرمایہ داری اور جاگیرداری کا جواز۔

کلام: وہ فن یا علم جس کی مدد سے سائنس اور فلسفے کو اسلام کی حقانیت سے ہم آہنگ کیا جاتا ہے۔ اس علم میں بھی رفتہ رفتہ بعض غیر قرآنی عقائد اور اکثر غیر اسلامی مسائل راہ پا گئے ہیں۔

9۔ اِس کا نتیجہ یہ برآمد ہُوا کہ اسلام کی حقیقی تعلیم فضولیات اور لغویات سے ہم آہنگ ہو کر رہ گئی ہے اور پوری ملتِ اسلامیہ جو انقلابی نظریات کی آئینہ دار تھی، اب محض توہمات میں دب کر رہ گئی ہے۔

10۔ بے شک مسلمان علماء اور واعظین کی پُر زور خطابت سننے والوں کے دل کو تو لبھا لیتی ہے، مگر ان تقریروں میں حقیقت کی وہ چاشنی موجود نہیں ہوتی جو قلب و رُوح کو منور کرتی ہے۔

11۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان علماء اور واعظین کا بیان منطق اور فلسفے کے رموز و اسرار سے آراستہ ہوتا ہے، لیکن وہ جو ثقیل و پُر شوکت الفاظ اور تراکیب استعمال کرتے ہیں، وہ بالعموم عام سامع کی پہنچ سے باہر ہوتی ہیں۔ اس صورت میں اِن تقریروں اور وعظ و نصیحت کا اثر کیا خاک ہوگا۔

12۔ ملتِ اسلامیہ میں ایک زمانہ تھا کہ تصوف پر اعتقاد رکھنے والا شخص خدائے ذوالجلال اور اس کی وضع کردہ حقیقتوں پر جان نثار کرنے کے لیے آمادہ ہوتا تھا۔ یہی نہیں، اُس کے دل میں بندگانِ خُدا سے بھی بے پناہ جذبۂ محبت ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ غیرت مندی اور جرأت اُس کے کردار کی بنیادی خصوصیات ہیں۔

13۔ آج کی صورتِ حال یہ ہے کہ وہی صوفی غیر اسلامی اور غیر حقیقی روایات میں گم ہو کر رہ گیا ہے اور اپنی روایات سے بھی کٹ گیا ہے۔

14۔ ان ساری باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے قلوب میں عشقِ حقیقی کا جو شعلہ روشن تھا، وہ بجھ چکا ہے اور عملاً امّتِ مسلمہ راکھ کا ڈھیر بن کر رہ گئی ہے۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کے مکمل دورۂ ترجمہ قرآن اور دروس و خطابات کے علاوہ تلاوتِ قرآن، کتب احادیث کے تراجم، میثاق، حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے تازہ اور سابقہ شمارے، اردو و انگریزی کتب، کیسٹس، سی ڈیز اور مطبوعات کی مکمل فہرست ہماری ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجئے!

عدلِ کامل تو فقط دامنِ اسلام میں ہے

مسجد دارالسلام باغ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کے 9 مئی 2008ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[گزشتہ سے پیوستہ]

انسان کا بنایا ہوا کوئی بھی نظام استحصال سے پاک نہیں۔ ہر نظام میں انسانیت کا استحصال ہو رہا ہے، کمزور طبقات ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ وہ واحد نظام جو نوعِ انسانی کو ہر قسم کے ظلم و جور، ناانصافی و بے اعتدالی اور استحصال سے نجات دلانے والا ہے، صرف اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ نظام یعنی اسلام کا نظام عدل اجتماعی ہے۔ صرف اِسی نظام کو اپنا کر انسانیت دکھوں اور آلام سے نجات پا سکتی ہے۔ یہ نظام رحمت رحمۃ للعالمین کو کامل ترین صورت میں عطا ہوا۔ آپ ؐ کو ایک تو 'الھدیٰ' عطا کی گئی، یعنی دنیا و آخرت میں کامیابی کے لیے کامل ہدایت اور دوسرے ''دین حق'' یعنی نظام عدل اجتماعی (System of Social Justice) دیا گیا، جس میں ہر انسان خواہ وہ مرد ہو یا عورت، غریب ہو یا امیر، کے حقوق کا یہ تحفظ کیا گیا ہے۔ حقوق کا یہ تحفظ سماجی سطح پر بھی ہے، معاشی اور سیاسی سطح پر بھی۔ پیغمبر انقلاب ﷺ نے بالفعل یہ نظام قائم کر کے بھی نوعِ انسانی کو دکھا دیا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ انسان انسانوں کے لیے عادلانہ اور منصفانہ نظام بنا ہی نہیں سکتے۔ وہ جب بھی کوئی نظام بنائیں گے، اُس میں لازماً بے اعتدالی ہو گی۔ اُس میں ایک طبقہ کے لیے مراعات ہوں گی اور دوسرا یکسر محروم رہ جائے گا۔ اگر سرمایہ دار نظام بنائے گا، تو وہ صرف سرمایہ داروں کے حقوق کا تحفظ کرے گا، مزدور اور دیگر طبقات کے حقوق کو فراموش کر دے گا۔ اِسی طرح اگر مزدور نظام وضع کریں گے، تو وہ بھی دوسرے طبقات کے ساتھ ناانصافی کریں گے۔ اُن کا نظام بھی پرویزیت اور ملوکیت کا مظہر ہوگا۔ اسی لیے اقبال کہتے ہیں:

زمام کار اگر مزدور کے ہاتھ میں ہو پھر کیا
طریق کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی

عدل و انصاف پر مبنی نظام وہی ہستی بنا سکتی ہے، جو سب کی خالق و مالک ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جو نظام عطا کیا ہے، وہ کامل عدل و توازن پر مبنی ہے۔ یہ نظام میزان عدل ہے، جو ہر شخص کے جائز حقوق کا ضامن ہے اور نوعِ انسانی کی تمام ضروریات کی تکمیل کرنے والا ہے۔ اِسی لیے تو جب اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ کو یہ نظام مکمل صورت میں عطا فرمایا تو ساتھ ہی یہ اعلان بھی فرما دیا کہ آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو (ہر اعتبار سے) مکمل کر دیا ہے اور نعمت ہدایت کی تکمیل بھی فرما دی اور تمہارے لیے دین اور نظام زندگی کی حیثیت

> **ظلم، ناانصافی اور معاشی و سماجی ناہمواری کے سبب انسان کے اندر نفرت اور انتقام کی آگ جل رہی ہوتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ پورے معاشرے کو اس آگ میں بھسم کر ڈالے**

سے اسلام کو پسند فرمایا۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ہم مسلمان اپنے دین، اپنے مکمل ضابطۂ حیات اور عادلانہ نظام کو پاؤں تلے روند رہے ہیں۔ ہمیں اُس کے قیام کی ذمہ داری کا ذرا برابر بھی احساس نہیں۔ اِس بابرکت نظام کی بجائے ہم بدترین استحصالی نظاموں کو سینے سے لگائے لمبی تان کر سو رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ خود بھی اسلام کی برکات سے محروم ہیں اور دنیا کو بھی اُس روشنی سے محروم رکھنے کا باعث بن رہے ہیں۔

یہاں ضمناً یہ بات بھی واضح کر دی جائے کہ نبی اکرم ﷺ کو جو دو چیزیں دی گئیں یعنی 'الھدیٰ' اور دین حق۔ ان میں سے اول الذکر جو (الھدیٰ) کامل ہدایت ہے، اس کا رُخ آخرت کی طرف ہے، وہ آخرت کہ جس میں اہل ایمان کے لیے ابدی اور دائمی راحت ہے۔ دنیا تو جیسے بھی گزرے گزر ہی جاتی ہے۔ بندۂ مومن کا ہدف اور مطمح نظر آخرت کی کامیابی ہوتا ہے۔ اُس کا اصل مسئلہ یہ ہے کہ کس طرح آخرت کے عظیم خسارے سے بچ سکے۔ دین حق کا رُخ دنیا میں نظام عدل اجتماعی کی طرف ہے۔ ایک انسان کے فرائض کیا ہیں؟ حقوق کیا ہیں؟ حقوق و فرائض کی حدود کیا ہیں، کمائی اور خرچ کی کیا حدود ہیں؟ وہ کن ذرائع سے پیسہ کما سکتا ہے اور کن ذرائع سے کمانا منع ہے، اپنا مال کہاں کہاں خرچ کر سکتا ہے، کہاں خرچ کرنے کی اُسے اجازت نہیں ہے، اِسی طرح انسانوں کے ساتھ اُس کے معاملات کیسے ہوں گے، دین ان سب چیزوں کے بارے میں واضح تعلیمات دیتا ہے۔

دین نوعِ انسانی کے لیے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ یہ نعمت بالخصوص دو اعتبارات سے ہے۔ ایک یہ ہے کہ اِس کے عادلانہ نظام میں تمام لوگوں کو اُن کے پورے پورے حقوق ملتے ہیں۔ اسلام کے نظام عدل کے سوا کہیں بھی انہیں حقوق نہیں مل سکتے۔ اور جب دینی نظام کے تحت، ایک اسلامی ریاست میں لوگوں کو صحیح معنوں میں حقوق ملتے ہیں، انہیں انصاف ملتا ہے، اُن کی ضروریات زندگی فراہم ہوتی ہیں، تو پھر وہ انسانی لیول پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ اِس کے برعکس جس معاشرے اور نظام میں لوگوں کو حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے، عدل و انصاف کی جگہ ظلم و ناانصافی کا دور دورہ ہوتا ہے، بنیادی ضروریات زندگی میسر نہیں ہوتیں، وہاں انسان ذہنی طور پر شدید بے چینی اور انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ وہ غلط نظام کے تحت جس ظلم، نا انصافی اور معاشی و سماجی

ناہمواری کا شکار ہوتا ہے، اُس کے سبب اُس کے اندر نفرت اور انتقام کی آگ جل رہی ہوتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ پورے معاشرے کو اِس آگ میں بھسم کر ڈالے اور اگر اُسے موقع ملتا ہے تو وہ معاشرہ سے عملاً انتقام لیتا بھی ہے۔ اور موقع نہ ملے تو بھی انتقام کی یہ آگ اُس کے من کی دنیا میں گھٹن اور اضطراب کے شعلے بھڑکاتی رہتی ہے۔ اُس کے اندر اعلیٰ انسانی اوصاف، جو روحانی اور اخلاقی ترقی کی طرف لے جاتے ہیں بروئے کار نہیں آتے۔ معاشی حقوق سے محرومی کے سبب وہ اِس قدر کسمپرسی اور زبوں حالی کا شکار ہوتا ہے کہ وہ انسانی سطح پر زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ وہ کولہو کے بیل اور لدو اونٹ کی مانند ہوتا ہے اور حیوانوں کی سطح پر زندگی گزارنے پر مجبور ہوتا ہے۔ اعلیٰ آدرش اور خیالات اُس کے ہاں کیسے پیدا ہوسکتے ہیں، جبکہ اُسے چوبیس گھنٹے اپنے اور اپنے بال بچوں کے لیے دو وقت کی روٹی کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ دوسری طرف ظالم طبقات جو ملکی وسائل پر قابض ہوتے ہیں، محرومین کا خون نچوڑ رہے ہوتے ہیں، اُن کی حیثیت خونخوار درندوں کی سی ہوتی ہے۔

از ربا جاں تیرہ، دل چوں خشت و سنگ
آدمی درّندہ بے دندان و چنگ

دین حق کا نعمت ہونا اِس اعتبار سے بھی ہے کہ اِس کے نظام رحمت کی موجودگی میں لوگ اپنی اُخروی نجات کے نصب العین کے حصول کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔ یہ نظام اُن کی اخرت کو سنوانے کا باعث بنتا ہے۔ نظام عدل اجتماعی کی اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن حکیم میں اِس کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ رسولوں کی بابت فرمایا:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ...... ﴾ (الحدید:25)

’’ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔‘‘

نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت کے حوالے سے یہ بات خصوصیت کے ساتھ تین مقامات پر بیان کی گئی کہ آپ ؐ کو ’الھدیٰ‘ اور ’دین حق‘ کے ساتھ بھیجا گیا، تاکہ آپ ؐ دین حق کو دوسرے تمام نظام ہائے زندگی، ادیان باطلہ پر غالب کردیں۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿٩﴾ (الصف)

’’وہی تو ہے جس نے پیغمبر کو الھدیٰ اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اس (دین) کو کل کے کل دین (یا نظام زندگی) پر غالب کرے، خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔‘‘

مطلب یہ ہے کہ آپ ؐ کے ذریعے دنیا میں یہ نظام زندگی بالفعل غالب ہوگا۔ آپ ؐ محض دین حق کے وعظ کہہ کر ہی دنیا سے رخصت نہیں ہوجائیں گے، جیسا کہ سابقہ رسولوں کا معاملہ تھا، بلکہ اس کو قائم کریں گے۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہے کہ دین کو غالب ہونا ہے، چاہے مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔ ظاہر ہے کہ نظام باطل کے علمبردار یہ کیسے گوارا کرسکتے ہیں کہ لوگوں کو عدل وانصاف کا نظام میسر آئے، اور اُن کے لیے لوگوں کے خون نچوڑنے کے مواقع ختم ہوجائیں۔

مومنو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے (وہ یہ کہ) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (القرآن)

یہ دین ایک مرتبہ پھر غالب ہوگا۔ اُس کا نظام عدل پھر بروئے کار آئے گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ نظام کیسے غالب ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ایک ایگزیکٹو آرڈر کے ذریعے اُسے غالب فرمادے گا؟ کیا فرشتے آکر اسے نافذ کردیں گے؟ نہیں، بلکہ ہم مسلمانوں کو اِس کے لیے ایمانی راہوں پر چلتے ہوئے جدوجہد کرنا ہوگی۔ ایمان اور جہاد کے تقاضوں کو پورا کرنا ہوگا۔ چنانچہ اگلی آیات میں یہی بات فرمائی گئی:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿١٠﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣﴾﴾

’’مومنو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں عذاب الیم سے مخلصی دے (وہ یہ کہ) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو۔ اگر سمجھو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تم کو باغہائے جنت میں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں اور پاکیزہ مکانات ہیں جو بہشت ہائے جاودانی میں (تیار) ہیں داخل کرے گا۔ یہ بڑی کامیابی ہے اور ایک چیز جس کو تم بہت چاہتے ہو (یعنی تمہیں) اللہ کی طرف سے مدد نصیب ہوگی اور فتح (عن قریب) ہوگی اور مومنوں کو (اس کی) خوشخبری سنا دو۔‘‘

اِن آیات میں خطاب میرے اور آپ سے ہے۔ فرمایا، اگر عذاب الیم سے چھٹکارا پانا چاہتے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ سے ایک ڈیل کرلو، تم ابدی کامیابی سے ہمکنار ہوجاؤ گے۔ وہ ڈیل کیا ہے؟ اللہ اور اُس کے رسول پر پختہ ایمان رکھو۔ پختہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جب اللہ کو رب مانا ہے تو اُس کے احکامات کی دل وجان سے تعمیل کرو۔ حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسول اور نمائندہ تسلیم کیا ہے تو آپ ؐ کے اسوہ حسنہ کو اپناؤ، آپ ؐ کی سنت کے مطابق زندگی گزارو، جس بات کا آپ ؐ حکم دیں اُسے بجالاؤ اور جس سے منع کریں، اُس سے رُک جاؤ۔ دوسرے یہ کہ ہم نے اپنے نبی ﷺ کو غلبہ دین حق کا جو مشن دیا ہے، اُس کو پورا کرنے کے لیے اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ اُس کی خاطر جان ومال کی قربانی دینے کے لیے تیار ہوجاؤ۔ دین حق تمہیں اِس لیے عطا کیا گیا ہے کہ اُسے قائم اور غالب کرو، اِس سے فائدہ اُٹھاؤ۔ پورے نوع انسانی کو اِس کے نظام عدل سے روشناس کراؤ، تاکہ لوگ بندوں کی غلامی سے نکل کر اللہ کی غلامی میں آجائیں۔ یہی بات صحابہ کرامؓ نے کہی تھی۔ صحابہ کرام اِسی کام کے لیے نکلے تھے اور وقت کی دو سپر پاورز سے ٹکرا گئے تھے کہ دنیا میں اللہ کا دین غالب کرنا ہے، تاکہ وہ انسانی لیول پر زندگی گزاریں، اور اُن کی آخرت بھی سنور جائے۔ اسلامی تاریخ کا مشہور واقعہ ہے۔ جب ایرانیوں کے سپہ سالار نے مسلمانوں سے پوچھا تھا کہ تم کس غرض سے یہاں آئے ہو۔ ہمارے ساتھ تمہاری کیا دشمنی ہے؟ تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا تھا۔ ہم (ایک مشن کے لیے) بھیجے گئے، تاکہ لوگوں کو جہالت کی تاریکیوں سے

امریکی حملے اور ہماری خودمختاری

ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ
بانی تنظیم اسلامی

پاکستان کہنے کو تو ایک آزاد اور خودمختار ریاست ہے، مگر حالات کا حقیقی تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو ہم آزاد ہیں اور نہ ہی ہماری خودمختاری کی کوئی حیثیت اور حقیقت ہے۔ جس کا سب سے بڑا مظہر یہ ہے کہ امریکی طیارے جب چاہیں ہماری سرحدوں کے تقدس کو روندتے ہوئے ہماری سرزمین میں داخل ہوتے ہیں اور معصوم اور بے گناہ پاکستانیوں کو موت کی وادی میں اُتار کر اپنی راہ لیتے ہیں اور ہمارے حکمرانوں کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ”تک تک دیدم، دم نہ کشیدم“۔ امریکی طیاروں نے 14 مئی کی شام کو افغان سرحد کے قریب باجوڑ ایجنسی میں واقع ایک گاؤں ڈمہ ڈولا پر میزائلوں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دو درجن کے قریب افراد شہید ہو گئے۔

اس واقعے کی خبر ملک کے تمام نشریاتی چینلز نے فوراً نشر کر دی اور مقامی طالبان کے ترجمان مولوی عمر نے حملے کی تصدیق کر دی مگر دوسری جانب ہمارے عسکری ذرائع نے حملے سے لاعلمی کا اظہار کیا اور وزارت خارجہ نے اس حملے پر انتہائی شرمناک رویہ اختیار کیا اور یہ موقف اختیار کیا کہ ”حملے کی تحقیقات شروع کر دی گئی ہیں، ابھی تک واضح نہیں ہو سکا کہ حملہ کس نوعیت کا تھا، کہاں سے ہوا، اور یہ میزائل حملہ تھا، راکٹ حملہ یا زمین پر دھماکہ خیز مواد سے حملہ کیا گیا۔“

وزارت خارجہ کے اس موقف پر باشعور پاکستانی دکھ اور رنج کا اظہار ہی کر سکتا ہے۔ کیونکہ موجودہ دور برق رفتار مواصلات کا ہے اور ہماری وزارت خارجہ اس کیفیت پر کسی ازمنہ قدیم کی وزارت خارجہ جیسا رویہ اپنائے ہوئے ہے اور ویسے بھی یہ کوئی پہلا موقع نہیں کہ ہمیں سمجھ نہ آسکے کہ حملہ کس نے کیا۔ ماضی میں بھی متعدد مواقع پر امریکی طیاروں نے ہماری سرحدوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہزاروں بے گناہ افراد کو موت کے گھاٹ اُتارنے کے فعل کا ارتکاب کیا ہے اور ہماری حکومت نے مفاہمت کے موسم میں کسی ”بین الاقوامی مفاہمتی عمل“ کی خاطر کئی مرتبہ امریکی کارروائی کو اپنے سر لے لیا۔ اگر کبھی ہم نے برائے نام احتجاج کیا بھی تو فوراً جواب ملا کہ ہمارے طیارے اور فوج دہشت گردوں کے تعاقب میں پاکستان میں جب چاہیں داخل ہو سکتے ہیں اور پاکستانی حکومت سے حملہ کرنے یا نہ کرنے کی پیشگی اجازت کی ضرورت نہیں۔ جنرل ریٹائرڈ حمید گل کے مطابق حالیہ حملہ امریکی کی جانب سے 38واں حملہ تھا۔ ڈمہ ڈولا اس اعتبار سے بدقسمت ترین گاؤں ہے کہ اس پر پہلے بھی حملے کیے گئے ہیں اور پہلے ہونے والے حملوں میں بھی کئی بے گناہ شہید ہوئے ہیں۔ امریکی طیاروں کے حملوں کی ایک معین ٹائمنگ ہے اور یہ الل ٹپ نہیں ہوتے۔ امریکی حملے ہمیشہ اس وقت ہوئے جب بھی مقامی حکومت نے قبائلی زعماء اور مقامی طالبان سے مفاہمت کی راہ اختیار کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب بھی موجودہ حکومت نے مقامی طالبان سے ہتھیار پھینکنے کے بدلے میں مذاکرات کی دعوت دی تھی اور جو مقامی طالبان نے قبول کر لی تھی اور ایک طویل عرصے کے بعد قوم نے بھی سکھ کا سانس لیا تھا۔ مگر امریکہ نے فوراً حکومت کو مجبور کیا کہ وہ مذاکرات کی پیشکش واپس لے۔ حکومتی سرد مہری کے جواب میں بیت اللہ محسود نے مذاکرات کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔ ماضی میں بھی امن معاہدے کے باوجود نیک محمد کو شہید کر دیا گیا۔ اس شہادت اور معاہدے کی خلاف ورزی نے خودکش حملوں کی لہر کو جنم دیا اور ملک کو بے پناہ نقصان ہوا اور تازہ حملے کے بعد ملک میں ایک بار پھر خودکش حملوں کا نہ رکنے والا طوفان شروع ہو سکتا ہے۔

موجودہ حکومت اس صورت حال میں Political Will کا مظاہرہ کرے اور ملک کی خودمختاری پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہ کرے اور امریکہ سے اس کی بے رحمانہ حرکتوں پر شدید احتجاج کرے۔ پاکستان سولہ کروڑ باشندوں کا ملک ہے یہ کوئی ”غریب کی جورو“ یا فٹ پاتھ پر پڑا خالی دودھ یا جوس کا ڈبہ نہیں کہ جس کو جس نے چاہا ٹھوکر مار دی۔ موجودہ حکومت کو غیور عوام نے ایک مینڈیٹ دیا ہے اور اگر اس نے اس مینڈیٹ کا احترام نہ کیا اور مشرف کی نامعقول پالیسیوں کو جاری رکھا تو اسے ”قاف لیگ“ کے انجام کو بھی سامنے رکھنا چاہیے۔ اگر موجودہ حکومت خاموش تماشائی بنی رہی تو ملک کے حالات اس ڈگر پر جا رہے ہیں جہاں حکومتی حلقوں کے لیے سانس لینا بھی مشکل ہو جائے گا، کیونکہ معاشرے میں ناانصافی، رشوت اور لاقانونیت کی وجہ سے لوگوں نے خود فیصلے کرنے شروع کر دیئے ہیں اور اس کی سب سے بڑی مثال کراچی میں ہزاروں لوگوں نے تین ڈاکوؤں کو نذر آتش کر کے قائم کر دی ہے۔

حکومت امریکی حملوں کا نوٹس لینے کے علاوہ اس مسئلے پر بھی بیدار ہو کہ ہم بھارت کے جاسوسوں کو 35 سال پال پوس کر بھارت کے حوالے کر رہے ہیں جبکہ جواب میں بھارت ہمارے شہریوں کے لاشے ہمیں دے رہا ہے۔ موجودہ حکومتی پارٹی اپنے شریک چیئرمین کے اس بیان کا نوٹس بھی لے کہ ”مشرف کی وردی اُتارنے اور ملک کو جمہوریت دینے میں امریکہ کا اہم کردار ہے۔“ اگر چند لمحے کے لیے اس بیان کو تسلیم کر لیا جائے کہ یہ حقیقت ہے تو یہ کتنی حیران کن بات ہے کہ وطن عزیز نے 60 سالوں میں سے تقریباً 35 سال آمریت کی چھت کے نیچے گزارے ہیں اور ہر مرتبہ کی آمریت کو امریکہ کی آشیرباد حاصل رہی ہے اور جواب میں اگر جمہوریت کے لیے بھی کوششیں ہوئی ہیں تو وہ جمہوریت کتنی توانا اور کتنی دیرپا تھی یا ہے؟ موجودہ جمہوریت کی یہ کیفیت ہے کہ اس جمہوریت کے دریا پر منتخب نمائندے اور آمریت کے نمائندے اکٹھے پانی پی رہے ہیں اور آمریت کے نمائندے پانی کو گدلا کرنے کا الزام جمہوری نمائندوں کو دے رہے ہیں اور وہ مظلوم مینڈھے کی طرح شور مچا رہے ہیں کہ جناب پانی تو آپ کی جانب سے ہماری طرف آرہا ہے تو ہم پانی کو کیسے گدلا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا موجودہ جمہوریت ایک بار پھر ڈگمگا رہی ہے۔ دوسری جانب اس حقیقت سے نظر چرانا کسی طور پر ممکن نہیں کہ پاکستان میں جمہوریت کی موجودہ فضا کا باعث وکلاء اور سول سوسائٹی کی وہ تحریک ہے جو ڈیڑھ سال سے زائد عرصہ سے ملک میں چل رہی ہے اور اس تحریک کی بنیاد 9 مارچ 2007ء کو آرمی ہاؤس میں جرنیلوں کے نرغے میں چیف جسٹس افتخار محمد چودھری نے ”ناں“ کر کے رکھی تھی۔ لہٰذا موجودہ جمہوریت اسی تحریک کا نتیجہ ہے اور یہ اسی صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ اگر ہم تمام معزول ججز کو بحال کریں ورنہ جمہوریت کی موجودہ بساط کسی وقت بھی کوئی اور طالع آزما لپیٹ سکتا ہے۔

عوام مجرموں کے خلاف آمادۂ عمل

محمد سمیع

احادیث مبارکہ میں یہ پیشنگوئی وارد ہوئی ہے کہ دجال سے خواتین بہت زیادہ متاثر ہوں گی اور اگر ان کے متعلقین انھیں باندھ کر رکھنا چاہیں گے تو وہ رسہ تڑا کر نکل جائیں گی۔ دجال تو جب آئے گا تب آئے گا اور اس وقت تک دنیا اس کی فتنہ پروریوں سے محفوظ رہے گی' لیکن ایسا لگتا ہے کہ ہمارے ہاں اس صورتحال کے لئے راہ ہموار کرنے کی کوششیں شروع ہو چکی ہیں اور خواتین کو منتخب اداروں میں 33 فیصد سیٹیں الاٹ کر دی گئیں اور اس کے علاوہ بھی ہر محکمہ اور زندگی کے ہر شعبے میں ان کو آگے لانے کی کوششوں کا آغاز ہو چکا ہے۔ اگر ہم یہ کام اپنی اقدار کے دائرے میں رہ کر خود کرتے اور حکومت اسی حد تک خواتین کی ترقی کا اہتمام کرتی جو صحیح معنوں میں ترقی ہے اور جس کی ہمارے دین نے اجازت دی ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہ تھا لیکن یہ سب کچھ ہمارے بااقتدار طبقات مغرب کی ایماء پر انھیں خوش کرنے کے لیے کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حدود آرڈیننس میں من مانی ترمیمات کی گئیں، اور علماء کرام کے ان ترامیمات پر اعتراضات کو خاطر میں نہ لایا گیا۔ ہمارے وزیر اعظم نے بھی ایک رپورٹ کے مطابق اس بات پر فکر مندی کا اظہار کیا ہے کہ اگر سترھویں ترمیم کو چھیڑا گیا تو اس سے خواتین بھی متاثر ہوں گی۔ اس کے برعکس امن وامان کی صورت حال ہر گزرتے دن کے ساتھ سنگین سے سنگین تر ہوتی جا رہی ہے۔ نہ کسی کی جان و مال محفوظ ہے اور نہ عزت و آبرو لیکن اسی حدود آرڈیننس کے تحت اس کے ضیاء الحق دور میں نفاذ سے اب تک، کوئی ایسا کیس نظر نہیں آتا جس میں ایسے جرائم کے مرتکبین کو کوئی سزا دی گئی ہو۔ البتہ بے چارے سیاسی کارکنوں اور صحافی بھائیوں کو ضیاء الحق دور میں قید کوڑوں وغیرہ کی سزائیں بھگتنی پڑی ہیں۔

اب حالات کی سنگینی کا حال یہ ہے کہ جب عوام نے یہ محسوس کیا کہ حکومتوں کو ان سے کوئی غرض نہیں اور وہ ان کی جان، مال اور عزت و آبرو کا تحفظ کرنے میں ناکام ہو چکی ہے تو ان کا حال اس شعر کے مصداق ہو گیا کہ ۔

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
نا امیدی اس کی دیکھا چاہیے

لہٰذا انھوں نے بظاہر یہ طے کر لیا ہے کہ وہ اپنی حفاظت خود کریں گے اور اب اس کے نتائج بھی سامنے آنے شروع ہو گئے ہیں۔ چنانچہ گزشتہ چند دنوں میں کچھ ڈاکو نہ صرف عوام کے ہاتھوں مارے گئے بلکہ ان کی لاشوں کو جلایا بھی گیا۔ ہمارے معاشرے میں یہ انوکھی صورتحال پیدا ہوئی تو ہر طرف ایک ہاہاکار مچی ہوئی ہے۔ بنیادی طور پر کسی شہری کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے۔

اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ زمین میں ایک ایسا صالح نظام قائم ہو جو انسان اور حیوان اور درخت اور ہر اس چیز کو جو زمین پر ہے، امن بخشے

لہٰذا اس عمل کی مذمت کی جا رہی ہے۔ دوسری طرف قانون نافذ کرنے والے اداروں کی نااہلی بلکہ مجرموں کے خلاف قانونی ایکشن نہ لینے کی بناء پر جو آئے روز جرائم ہو رہے ہیں اس کے سبب کچھ لوگ قانون کو ہاتھ میں لینے والے عناصر کی حمایت بھی کر رہے ہیں۔ بہرحال دونوں صورتیں قابل افسوس ہے۔

حکومت نے اپنی رٹ کے قیام کے نام پر گزشتہ چند سالوں میں سخت جابرانہ اور ظالمانہ اقدامات کیے جن کے نتیجے میں سوات سمیت قبائلی علاقے کے عوام تو مصیبت سے دوچار ہیں ہی، ملک کے بڑے شہروں میں بھی ان اقدامات کے ردعمل میں خودکش حملوں اور انتقام کی آگ بھڑک اٹھی ہے۔ اگر حکومت کی رٹ کا قیام اشد ضروری ہے تو یہ رٹ عوام کی جان، مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کے لیے بھی قائم کیا جانا چاہیے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم نے ایک ایسے نظام کو سینے سے لگا رکھا ہے جس میں عدل کی کوئی ضمانت نہیں۔ اکثر و بیشتر عدالتوں میں پولیس والوں کو ڈانٹ پڑتی رہتی ہے لیکن پولیس بھی کیا کرے۔ جہاں پیشہ ور گواہ معاشرے میں دستیاب ہوں وہاں تفتیش صحیح رخ پر کس طرح ہو سکتی ہے۔ عدالتوں میں مقدمات سالہا سال چلتے رہتے ہیں۔ ہم انگریزوں کی پیروی میں ہر وہ کام کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں جو ہمیں بھلی لگتی ہے۔ انگریزوں سے ہی ایک محاورہ ایجاد کیا تھا کہ Justice delayed is justice denied یعنی عدل میں تاخیر عدل کے انکار کے برابر ہے، اس پر مستزاد کرپشن کا عروج۔ اس صورت میں عوام کا اعتماد عدل پر کیوں کر قائم رہ سکتا ہے۔ دراصل ہم غیر ملکی چیزوں کے بڑے دلدادہ ہیں۔ لہٰذا نظام بھی ہمیں انھیں کا پسند ہے۔ حالانکہ ہم میں سے کسے نہیں معلوم کہ عدل کی فراہمی کی ضمانت صرف اسلام کا نظام عدل اجتماعی یعنی نظام خلافت ہی فراہم کر سکتا ہے۔ لیکن ہم نظام خلافت کو اپنانے کے لیے تیار ہی نہیں، اس کے قیام کے لئے جدوجہد تو بہت دور کی بات ہے۔ اب دیکھیے، اس ضمن میں ہمارے دین کی تعلیم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں، ان کی سزا یہ ہے کہ وہ قتل کئے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں"۔

اس آیت کی تفسیر میں سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم لکھتے ہیں کہ "زمین سے مراد یہاں وہ ملک یا وہ علاقہ ہے جس میں امن و امان قائم کرنے کی ذمہ داری اسلامی حکومت نے لے رکھی ہے اور خدا اور رسول سے لڑنے کا مطلب اس نظام صالح کے خلاف جنگ کرنا ہے جو اسلام کی حکومت نے ملک میں قائم کر رکھا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے اور اسی کے لیے اس نے اپنا رسول بھیجا تھا کہ زمین میں ایک ایسا صالح نظام قائم ہو جو انسان اور حیوان اور درخت اور ہر اس چیز کو جو زمین پر ہے، امن بخشے۔ جس کے تحت انسانیت اپنی فطرت کے کمال مطلوب کو پہنچ سکے، جس کے تحت زمین کے وسائل اس طرح استعمال کیے جا سکیں کہ وہ انسان کی ترقی میں مددگار ہوں نہ کہ اس کی تباہی و بربادی

میں۔ ایسا نظام جب کسی سرزمین میں قائم ہو جائے تو اس کو خراب کرنے کی سعی کرنا، قطع نظر اس سے کہ وہ چھوٹے پیمانے پر قتل و غارت، رہزنی اور ڈکیتی کی حد تک ہو یا بڑے پیمانہ پر اس صالح نظام کو الٹنے اور اس کی جگہ کوئی فاسد نظام قائم کر دینے کے لیے، دراصل وہ خدا اور اس کے رسول کے خلاف جنگ ہے۔

یہ مختلف سزائیں بر سبیل اجمال بیان کر دی گئی ہیں تاکہ قاضی یا امام وقت اپنے اجتہاد سے ہر مجرم کو اس کے جرم کی نوعیت کے مطابق سزا دے۔ اصل مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ کسی شخص کا اسلامی ملک کے اندر رہتے ہوئے اسلامی نظام کو الٹنے کی کوشش کرنا بدترین جرم ہے اور اسے ان انتہائی سزاؤں میں سے کوئی سزا دی جا سکتی ہے۔''

ہم جب تک مملکت خداداد پاکستان میں نظام خلافت رائج نہیں کریں گے، ہمیں قدم قدم پر اس قسم کے بلکہ اس سے بھی سنگین تر حالات کا سامنا ہوتا رہے گا کیونکہ موجودہ صورتحال میں ایک جانب ہمیں وطن عزیز میں سودی نظام جاری رکھ کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا اپنے خلاف الٹی میٹم کا سامنا ہے تو دوسری جانب ایک فاسد نظام کو جسے چاہے آپ مغربی جمہوریت کا نام دیں یا سیکولرزم ملک میں نافذ کر کے خود کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف جنگ کی حالت میں رکھا ہوا ہے اور حالت جنگ میں امن و امان کی خواہش ایک سہانا خواب تو ہو سکتا ہے، حقیقت کا اس سے دور دور بھی واسطہ نہیں۔

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

❁ از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
❁ ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
❁ نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I،II،III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 5869501-3

فحاشی و عریانی کی اشاعت اور ہمارا رویہ

اہلیہ عامر معین

ہم مسلمانوں کی خوش بختی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اُمت محمدیہ ﷺ ہونے کا اعزاز عطا کیا ہے، مگر غور طلب سوال یہ ہے کہ کیا ہمارے اعمال اللہ تعالیٰ اور اُس کے پیارے نبی ﷺ کو خوش اور راضی کرنے والے ہیں؟ افسوس کہ اس کا جواب نفی میں ہے۔ آج اگر ہمارے گھروں میں نبی ﷺ تشریف لے آئیں، خاص کر شام کے اوقات میں تو کیا وہ ہمیں دیکھ کر مسرور ہوں گے جب کہ اس وقت ہم ٹی وی پر شرم و حیا سے عاری ڈرامے دیکھ رہے ہوں گے۔

آج کل ہمارے ہاں خاص کر شام کے اوقات میں بچے کیا بڑے سب ہی نہایت شوق سے ٹی وی کے آگے بیٹھے ڈرامے، میوزک وغیرہ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ہمیں ذرا دیر کو یہ سوچنا چاہیے کہ یہ جن غیر مسلموں کی تقلید کرتے ہوئے ہم اخلاق باختہ فلمیں اور ڈرامے دیکھ رہے ہیں یہ لوگ ہمارے نبی ﷺ سے، صحابہؓ سے اور ہم مسلمانوں سے شدید نفرت کرتے ہیں۔ صفحۂ ہستی پر اسلام اور مسلمانوں کا وجود بھی انہیں گوارا نہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ مشرکین و یہود کی کھلی مسلم دشمنی کے بارے میں واضح طور پر بتا دیا ہے کہ

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ﴾ (المائدہ:82)

''جو لوگ ایمان لائے ہیں یقیناً آپ ان کا سب سے زیادہ دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے۔''

افسوس کہ آج انہی مشرکین اور اُن کے ثقافتی پروگراموں کو ہم اپنے گھروں میں بڑے شوق سے دیکھتے ہیں۔ ہم اُن کی ثقافت کو اپنا کر اُن سے اپنے قلبی لگاؤ اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ بھئی ہم اُن سے محبت نہیں کرتے تو اُس کی یہ بات غلط ہوگی، اِس لیے آدمی کو اُسی شخص کے انداز و اطوار اچھے لگتے ہیں جس سے کہ وہ محبت کرتا ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں فحاشی پھیلاتے ہیں وہ دراصل شیطان کے ایجنٹ کا کردار ادا کرتے ہیں، اِس لیے کہ فحاشی و عریانی کی اشاعت شیطان کا سب سے پہلا اور کاری وار ہے جو وہ لوگوں پر کرتا ہے۔ سورۃ النور میں ارشادِ باری ہے:

''جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کے آرزومند رہتے ہیں، اُن کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔'' (آیت:19)

جو لوگ دن رات ایک مسلمان معاشرے میں بے حیائی پھیلا رہے ہیں چاہے وہ ٹی وی، ریڈیو، اخبارات، فلموں اور ڈراموں کے ذریعے ہو، اور اُسے گھر گھر پہنچا رہے ہیں، یہ لوگ اللہ کے بہت بڑے مجرم ہوں گے ہی، ہم عام لوگ بھی جو اپنے گھروں میں خود فحش پروگراموں سے صرفِ نظر کرتے ہیں جس سے ہماری آئندہ نسلوں میں بھی بے حیائی پھیل رہی ہے، بہت بڑے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ تو کیا ہم فحاشی کی اشاعت کے مجرم نہیں ہوں گے؟ یہی معاملہ عریاں تصاویر پر مبنی اخبارات کا ہے۔ اُن کا بھی گھروں کے اندر آنا اشاعت فاحشہ کا سبب ہے۔ یہ بھی عنداللہ جرم شمار ہوگا۔

ایک حدیث شریف ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

''آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے اور کانوں کا زنا سننا ہے اور زبان کا زنا بات کرنا ہے اور ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چل کر جانا ہے اور دل بدکاری کی خواہش اور تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ اس (کی اُمید) کو جھٹلا دیتی ہے یا سچا کر دیتی ہے۔'' (رواہ مسلم)

اِس حدیث سے صاف واضح ہو گیا کہ آنکھوں کا زنا ہمارے بے حیائی کے کاموں کا دیکھنا ہے اور ہم ہیں کہ روزانہ اس کام میں بلاخوف و خطر مشغول ہیں اور کوئی پروا نہیں کہ اپنی عاقبت کو کس قدر خراب کر رہے ہیں۔

ایک سمجھ بوجھ اور عقل و فہم رکھنے والا شخص اس فحاشی کو دیکھنا کبھی پسند نہیں کر سکتا، کیونکہ اس میں دین و دنیا کا کوئی فائدہ نہیں، بلکہ اُلٹا نقصان ہے۔ کاش! مسلمان اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور اس بے حیائی کے طوفان کو روکنے کے لیے اپنی مقدور بھر کوشش کریں۔ (آمین)

ایرانی انقلاب سے پہلے کی سیاسی جماعتیں

سید قاسم محمود

جبہہ ملی اور تودہ پارٹی، یہ دو سیاسی جماعتیں تھیں، جو ابتدا میں باہم رقیب کی صورت میں پہلوی حکومت کے ساتھ نبرد آزما ہوئیں۔ دونوں جماعتیں سیکولر تھیں، اور دونوں ہی غیر اسلامی آئیڈیالوجی لے کر میدانِ عمل میں آئیں۔ جبہہ ملی مغربی تہذیبی اقدار کی حامل تھی اور تودہ پارٹی مارکسی نظریے پر یقین رکھتی تھی۔ اِن دونوں سیاسی رقیبوں نے، جن میں سے ایک کا مقصدِ ایران کو مغرب سے وابستہ کرنا تھا اور دوسرے کا رُوس سے، اہلِ ایران کے ساتھ کھلی ہوئی خیانت کی۔ تودہ پارٹی نے 18 اگست 1953ء کی بغاوت کے لیے زمین ہموار کی اور جبہہ ملی نے اُس وقت ایران کے ساتھ خیانت کی جب اسلامی انقلاب کے عروج کا زمانہ تھا، یعنی 1978ء میں ناہنجار شاہ پور بختیار کے ذریعے شاہی حکومت کی کمک کے لیے آگے بڑھی اور اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد بھی اِس عوامی حکومت کے مقابلے میں کھڑی رہی اور انقلاب کو ناکام بنانے کی بھرپور کوشش کی۔

جبہہ ملی اپنی کارروائیوں کے دوران ہی آپس کے اختلافات سے دوچار ہوگئی، اور پھر شاخ در شاخ تقسیم ہو کر ہمیشہ کے لیے مُرجھا گئی۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ جبہہ ملی کے پاس کوئی ٹھوس اور معین نظریہ نہیں تھا۔ اس پارٹی کی ایک شاخ جس سے خود کئی دوسری شاخیں پھوٹیں، "نہضتِ آزادی" تھی۔ یہ تنظیم 1962ء میں اُن افراد نے بنائی تھی جو اسلامی رجحان رکھنے کی بناء پر جبہہ ملی سے علیحدہ ہوئے تھے۔ نہضتِ آزادی کے پاس جو آئیڈیالوجی تھی، وہ اگرچہ اسلامی رجحانات پر مبنی تھی، مگر چونکہ اِس تنظیم کے رہنماؤں میں اکثر وہ لوگ تھے جن کی تعلیم مغرب میں ہوئی تھی اور اُن کا اسلام بھی مغربی اقتدار سے جُڑا ہوا تھا، اس لیے وہ لوگ مکمل طور پر ایک خالص اسلامی تنظیم کی صورت سے کام نہیں کر سکے، خاص طور پر اس لیے بھی کہ "نہضتِ آزادی" کو قوم پرستی کے شدید اور تنگ نظر رجحانات جبہہ ملی سے ورثے میں ملے تھے جو اِس تنظیم کے افکار میں خالص اسلامی تعلیمات شامل کرنے سے مانع ہو رہے تھے۔ اس جماعت کے لیڈروں میں سے ایک شخص بھی اسلامی علوم میں مجتہد نہیں تھا۔ اِن نقائص کے ساتھ ساتھ مغرب زدگی کے مہلک مرض نے اِس تنظیم کو بھی نہیں چھوڑا اور یہ تنظیم جو اسلامی جذبات و رجحانات کے دعوے کے ساتھ "جبہہ ملی" سے جُدا ہو کر وجود میں آئی تھی، خالص اسلامی افکار و نظریات پر کاربند نہ رہ سکی۔

"نہضتِ آزادی" میں مغربی افکار و اقدار کے پیدا ہو جانے کے سبب یہ ہُوا کہ 1965ء کے خونین واقعے کے دو سال بعد اِس تنظیم سے جُدا ہو کر ایک نئی تنظیم "مجاہدین خلق" کے نام سے وجود میں آئی، جس کے زیرِ اثر انقلابی کام کرنے والے نوجوان مسلح اور عسکری جدوجہد پر یقین رکھتے تھے۔

"مجاہدینِ خلق" کے پاس کوئی خاص نظریہ نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی اِس کمزوری اور بے مائیگی کو دُور کرنے کے لیے کارل مارکس، ماؤزے تنگ اور دوسرے مقبول و معروف اشتراکی رہنماؤں کے نظریات کا سہارا لیا اور خود کو اسلامی کہلانے کے باوجود اشتراکیت کے دامِ فریب میں آ گئی۔ چند سال تک تو یہ بات مخفی رہی، مگر 1975 میں یہ راز فاش ہو گیا۔ ایک طرف تو یہ راز فاش ہو گیا، دوسری طرف اِس تنظیم کے بہت سے ارکان کو اشتراکیت قبول نہ کرنے پر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ اِس تنظیم سے ایک اور گروہ الگ ہو گیا، اور اس نے ایک دوسری تنظیم بنا لی۔ بعد میں خود اِس نئی تنظیم کی بھی مختلف شاخیں ہو گئیں اور چونکہ یہ شاخیں "سازمان مجاہدین خلق" مارکسی ہو جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھیں، لہٰذا اِس تنظیم نے اپنی پالیسی تبدیل کر لی اور پہلے کی طرح پھر اپنا تعارف ایک "اسلامی" جماعت کی حیثیت سے کرانا شروع کر دیا، تاکہ مسلمان نوجوان کو دامِ فریب میں لا کر اُن کو برین واش کر کے مارکسی تنظیم کی مختلف شاخوں کا ممبر بنایا جا سکے۔

جس زمانے میں "مجاہدینِ خلق" اور دوسری سیاسی جماعتیں وجود میں آئیں، اُسی زمانے میں ایک اور اشتراکی تنظیم بھی "سازمان چریکہائے فدائی خلق" کے نام سے ظہور میں آئی۔ اس جماعت کا نظریہ بھی وہی تھا جو تودہ پارٹی کا تھا، یعنی یہ جماعت بھی اشتراکی تھی۔ بعد میں یہ تنظیم کئی شاخوں میں بٹ گئی، مگر اِن سب نے مل جل کر ایسا خطرناک راستہ اختیار کیا کہ تودہ پارٹی اپنی خیانتوں کے باوجود یہ خطرناک راستہ اختیار نہ کر سکی۔

دوسری انقلاب ساز تحریک

ایک صدی پہلے علماء اور اُن سیاسی طاقتوں کی طرف سے جو اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتی تھی، ایران کی شاہی حکومت اور دوسرے ممالک کی ظلم پیشہ حکومتوں (مثلاً عراق) کے خلاف جدوجہد اور مبارزت کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ یہ مبارزت قاچاری حکومت کے آخری زمانے میں "نہضت جنگل" کی شکل میں مرزا کوچک خان کی قیادت میں شروع ہوئی۔ مرزا کوچک خان جنگلی گیلان کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے قُم کے حوزہ علمیہ میں تعلیم پائی تھی اور سید جمال الدین، مرزا شیرازی اور دوسرے علماء کے مبارزات کو ایک نئے مرحلے میں منتقل کرنا چاہتے تھے۔

"نہضتِ مشروطیت" جو رُوحانی علماء کی قیادت میں اِسلامی حکومت قائم کرنے کی غرض سے شروع ہوئی تھی وہ بھی اِس تحریک کی مجو تھی۔ اگرچہ سامراجی ایجنٹوں نے "نہضتِ مشروطیت" کو اُس کے اصل مقصد سے منحرف کر دیا۔ نیز اِس تحریک کے پیشوا شیخ فضل اللہ نُوری کو جو آئین اور پارلیمنٹ کو اسلامی بنانا چاہتے تھے، تختۂ دار پر چڑھا دیا اور ابتدا میں نہضتِ مشروطیت کا جو مقصد تھا، وہ فوت ہو گیا۔

نہضتِ مشروطیت کے تلخ تجربے کے بعد علماء اور اسلام پسند طاقتوں کی، حوزۂ علمیہ قُم کے ایک طالب علم سید مجتبیٰ نواب صفوی کی قیادت میں "فدائیانِ اسلام" کے نام سے ایک نئی اسلامی تنظیم وجود میں آئی۔ محمد رضا پہلوی کی حکومت کے خلاف "فدائیانِ اسلام" اور آیت اللہ کاشانی کی جدوجہد میں شکست یہ دوسرا تلخ تجربہ تھا۔ دوبارہ علماء اور اسلام پسند طاقتوں کو ایک ایسی تنظیم کی ضرورت محسوس ہوئی جو صحیح معنوں میں اسلامی ہو۔ چنانچہ 1961ء میں

"حزبِ مللِ اسلامی" کی تشکیل ہوئی، نیز اس کے ساتھ دوسری چھوٹی چھوٹی جماعتوں اور تنظیموں کی تشکیل اِسی فکر کا نتیجہ تھیں، جنہوں نے اسلامی انقلاب کے دوران عوام کو شاہی حکومت کے خلاف بے پناہ جدوجہد کے لیے آمادہ کیا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ بالا دونوں تحریکوں (اسلامی اور سیکولر) میں سے کوئی ایک تحریک بھی انقلاب پسند عوام کو پوری طرح کامیابی سے ہمکنار نہیں کر سکتی تھی۔ پہلی تحریک نے ثابت کر دیا کہ وہ گزشتہ پچاس سال کے طویل عرصے میں عوامی اعتماد حاصل کرنے اور عوام کو حرکت میں لانے سے پوری طرح ناکام رہی تھی۔ 1953ء کی بغاوت کے بعد تودہ پارٹی ایرانی عوام کی نظر میں دشمن ثابت ہوگئی۔ یہ بغاوت اِسی پارٹی کے تعاون سے وجود میں آئی تھی۔ اِس پارٹی کے رہنما اور اہم ارکان بغاوت (1953ء) سے اسلامی انقلاب کی کامیابی تک (1979ء) ایران سے باہر چکر لگاتے رہے۔ یہ لوگ اس لیے بیرونی ممالک نہیں گئے تھے کہ اُن پر پہلوی حکومت کا عتاب نازل ہوا تھا، بلکہ اُنہیں ایران اس لیے چھوڑنا پڑا تھا کہ ایرانی عوام کو اُن سے شدید نفرت پیدا ہوگئی تھی۔ تودہ پارٹی کے سرغنوں پر شاہی عتاب نازل نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ شاہی حکومت کے عہد میں اِن میں سے بہت سے لوگ اہم سرکاری عہدوں پر تھے اور محمد رضا شاہ کی حکومت کے آخری زمانے میں بھی ان لوگوں نے شاہ کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ حتیٰ کہ شاہ کی "رستاخیز پارٹی" اور ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی ادارت بھی تودہ پارٹی ہی کے بعض افراد کے ہاتھ میں تھی، اور بعد ازاں اسلامی انقلاب کی عدالت نے اُنہیں اِس جرم میں پھانسی دی۔ جبہہ ملی کے لیڈروں نے بھی ایرانی قوم کے ساتھ کھلی ہوئی غداریاں کیں اور پہلوی حکومت کے ساتھ تعاون کرتے رہے، جس کی وجہ سے عوام میں ان کا بھی کوئی اثر نہیں تھا اور بختیار نے شاہ کا جس طرح سے ساتھ دیا، اُس سے تو اِس جماعت اور اس سے وابستہ گروہوں کا رہا سہا بھرم بھی جاتا رہا اور قوم کے سامنے اس کی اصل حقیقت کھل کر سامنے آ گئی۔ غرض "جبہہ ملی" نے بھی اسلامی انقلاب حکومت کے خلاف عوام کو منظم کرنے میں عملاً کوئی کردار ادا نہیں کیا۔

"نہضتِ آزادی" اور "مجاہدینِ خلق" اور وہ تمام تنظیمیں، جن کا تعلق پہلی تحریک سے ہے، وہ بھی علماء کی جدوجہد پر اُس وقت اعتراض کر رہی تھیں، جب 1977ء میں اسلامی انقلاب کی لہر تیز ہو چکی تھی۔ اُس وقت بھی ان کا یہی خیال تھا کہ اصولاً صرف یہ طریقہ انقلاب کو کامیاب نہیں بنا سکتا، بلکہ اس طرح تو رہی سہی طاقتیں بھی ختم ہو جائیں گی۔ نہضتِ آزادی کے رہنماؤں کے متعلق ایران میں مشہور ہے کہ اُن کا یہ نعرہ تھا: "بادشاہ باید سلطنت کند نہ حکومت" یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا اعتراف "نہضتِ آزادی" کے ایک نمایاں لیڈر نے اپنے اس انٹرویو میں کیا ہے جو انقلاب اسلامی کی کامیابی کے ایک سال بعد اخبار کو دیا ہے۔ یہ قدرتی بات ہے کہ ایران کے عوام ہرگز اِس پر تیار نہیں تھے کہ وہ "آزادی" اور جمہوری اسلامی کے نعروں سے باز آ جائیں، جس کے لیے انہوں نے جان کی بازی لگا دی تھی اور اس کی جگہ "نہضتِ آزادی" کا دیا ہوا نعرہ لگانے لگیں جو شاہی حکومت کو برقرار رکھنا چاہتی تھی اور شاہ کو صرف قانونی دائرے میں محدود کرنے کی خواہاں تھی۔ مجاہدین خلق کے لیڈر بھی 1977ء اور 1978ء میں، یعنی جو انقلاب اسلامی کے عروج کا زمانہ تھا، بارہا اعلان کر چکے تھے کہ شاہ کی حکومت کے خلاف علماء کی جدوجہد کے موجودہ طریقے کو ہم قبول نہیں کرتے، بلکہ اس کی جگہ مسلح جدوجہد ہونی چاہیے۔ علماء نے خمینی کی قیادت میں مبارزہ اور جدوجہد کا جو طریقہ اختیار کیا تھا، وہ عوامی مظاہرے اور احتجاجی جلوس پر مبنی تھا۔ یہ طریقہ نہ تو "نہضتِ آزادی" کے رہنماؤں کو پسند تھا نہ ہی "مجاہدینِ خلق" کو، بلکہ پہلی تحریک میں چھوٹی بڑی جتنی بھی تنظیمیں شامل تھیں، اُن میں کسی کو بھی پسند نہ تھا۔ حالانکہ جدوجہد کا یہی وہ طریقہ تھا جس نے انقلاب کو کامیاب بنایا اور پہلی تحریک میں شامل جتنی طاقتیں تھیں، انہوں نے نہ صرف یہ کہ انقلاب کو بارآور اور کامیاب بنانے کے لیے عوام کو منظم اور آمادہ کرنے کے سلسلے میں کوئی کردار ادا نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ اُن کی کوشش یہی رہی کہ عوام کو انقلاب سے جدا کر دیں۔ وہ کبھی بھی یہ نہیں چاہتی تھیں کہ انقلاب کا دھارا جس طریقے سے آگے بڑھ رہا ہے، آگے بڑھے۔ حقیقت یہ ہے کہ پہلی تحریک ہرگز آمادہ نہیں تھی کہ یہ انقلاب رُوحانیت اور علماء کی قیادت میں کامیاب ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اس تحریک میں جو طاقتیں شامل تھیں، اُن کی بھرپور کوشش یہ تھی کہ جلد از جلد مختلف بہانوں سے انقلابی لہر کو اپنے قابو میں کر لیں اور انقلابی تحریک میں جمود پیدا کر دیں، تاکہ موقع آنے پر وہ اپنے منصوبے کے مطابق انقلاب کی قیادت اپنے ہاتھوں میں لے سکیں۔

بہر حال اسلام سے عشق رکھنے والے ایرانی عوام نے انقلاب کی لہر کو گلی کوچوں اور ایران کے چپے چپے میں پھیلا دیا اور جان و مال کی قربانی دے کر اُسے کامیاب بنایا، اور ان لوگوں کو دوسری تحریک یعنی روحانیت اور رُوحانی قیادت پر کامل اعتماد و اعتقاد رکھنے والی طاقتوں نے منظم اور آمادہ کر دیا۔ انہوں نے ہی عوام کو گلی کوچوں اور سڑکوں پر نکالا اور ان کی انقلابی تحریک کو ایک شکل عطا کی اور قائدِ انقلاب سے اُن کے رابطے اور تعلق کو برقرار رکھا۔ اس لیے یہ ماننا پڑے گا کہ اسلامی انقلاب کی اصلی طاقت عوام ہی تھے۔ اس عوامی طاقت میں تنظیم پیدا کرنے والے مجاہد، علماء اور وہ انقلابی عناصر تھے، جنہوں نے خمینی کے نقشِ قدم پر چل کر شاہی حکومت کا بھرپور مقابلہ کیا اور آج بھی اس انقلاب کو باقی رکھنے والے دراصل عوام ہی ہیں جو اسلام اور خمینی کی راہ پر گامزن ہیں۔ پہلی تحریک کے گندے عناصر انقلاب کی کامیابی سے پہلے اس انقلابی تحریک کو نیست و نابود کر دینے کے درپے تھے۔ (جاری ہے)

علماء نے خمینی کی قیادت میں مبارزہ اور جدوجہد کا جو طریقہ اختیار کیا تھا، وہ عوامی مظاہرے اور احتجاجی جلوس پر مبنی تھا۔ یہ طریقہ نہ تو "نہضتِ آزادی" کے رہنماؤں کو پسند تھا نہ ہی "مجاہدینِ خلق" کو، حالانکہ جدوجہد کا یہی وہ طریقہ تھا جس نے انقلاب کو کامیاب بنایا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اپنے آپ کو بددعا نہ دو، اپنی اولاد کو بددعا نہ دو، اپنے خادموں کو بددعا نہ دو، اپنے مال مویشیوں کو بددعا نہ دو، کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ وہ بددعا ایسی گھڑی میں ہو کہ جس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، تو وہ بددعا قبول ہو جائے۔ (مسلم، ابوداؤد)

توبہ

جاوید چودھری

چند دن پہلے ایک باریش بزرگ میرے پاس تشریف لائے اور چپ چاپ میرے سامنے بیٹھ گئے۔ ان کی آنکھوں سے پریشانی، اداسی اور مایوسی جھلک رہی تھی۔ میں نے ان سے پریشانی کا سبب پوچھا تو انہوں نے ایک سرد آہ بھری اور رک رک کر بولے: ''گزشتہ برس حکومت نے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خلاف آپریشن شروع کیا تھا'' میں خاموشی سے سننے لگا، وہ بولے: ''اس آپریشن کے دوران حکومت نے پہلے جامعہ پر فائرنگ کی، پھر گولے پھینکے اور اس کے بعد چند موذی کیمیکلز اور گیسیں استعمال کی تھیں جن کے باعث ہزاروں بچیاں نہ صرف شہید ہوگئیں بلکہ ان کی نعشیں بھی شناخت کے قابل نہیں رہی تھیں''۔ وہ رکے اور دم لے کر دوبارہ بولے: ''حکومت نے ان تمام نعشوں کو چپ چاپ اسلام آباد میں دفن کر دیا تھا۔ ان بچیوں میں میری بچی بھی شامل تھی۔ میں اکثر مانسہرہ سے اسلام آباد آتا ہوں، قبرستان جاتا ہوں اور ایک ایک کر کے تمام قبروں پر فاتحہ پڑھتا ہوں۔ میں سوچتا ہوں، شاید یہ قبر میری بیٹی کی ہو یا پھر وہ قبر ہو یا پھر آخری قبر میں میری بیٹی سو رہی ہو''۔ وہ رکے اور دوبارہ بولے ''میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے، کوئی شخص مجھے میری بیٹی کی قبر کی نشاندہی کر دے، لیکن افسوس! اس زندہ شہر میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جو میری یہ خواہش پوری کر دے''۔ باباجی کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ میں نے باباجی سے عرض کیا ''میں آپ کا دکھ سمجھ سکتا ہوں۔ میں آپ کے درد میں شریک ہو سکتا ہوں۔ میں آپ کو تسلی کے چند بول بھی دے سکتا ہوں لیکن آپ کی بیٹی......'' میں فقرہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔ باباجی کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ میرے دل پر گرنے لگے۔ انہوں نے کندھے سے چادر کا پلو کھینچا، آنکھوں کو صاف کیا، ہاتھ میری طرف بڑھایا، ایک غمناک آہ بھری اور بوجھل قدموں سے میرے دفتر سے باہر نکل گئے۔ باباجی چلے گئے۔ پیچھے میں تھا اور باباجی کے آنسو اور آہیں تھیں۔ میں سوچنے لگا، کہیں یہ آنسو اور یہ آہیں اس ملک کے تمام مسائل کی بنیاد تو نہیں، کہیں یہ دکھے دل اور یہ زخمی سانسیں اس ملک کے بحرانوں کا اصل سبب تو نہیں ہیں۔

میں سوچنے لگا، اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں رزق کیوں کم کر دیا اور اس نے بجلی، گیس، پانی اور تیل کیوں اٹھا لیا۔ میری سوچیں وسیع ہوتی چلی گئیں اور مجھے بچپن میں پڑھا ہوا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ہزاروں سال پہلے یہودیوں کی کسی بستی پر قحط پڑ گیا۔ بستی کی ساری زمینیں بنجر ہو گئیں۔ سارے جانور ایک ایک کر کے مر گئے۔ سارے درخت سوکھ گئے اور

> میرا خیال ہے اللہ تعالیٰ نے اس ملک کے حصے کی تمام نعمتیں مدرسہ حفصہ کی بچیوں کی قبروں میں دفن کر دی ہیں اور جب تک ہم توبہ نہیں کرتے، اس وقت تک اسی طرح آٹے، بجلی اور پانی کو ترستے رہیں گے

انسان انسان کو کاٹ کر کھانے لگا۔ بستی کے لوگوں نے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعائیں کیں لیکن بارش نہ ہوئی۔ لوگوں نے دوسری بستیوں سے غلہ منگوایا لیکن اس غلے کو کیڑا لگ گیا۔ لوگوں نے نقل مکانی شروع کی تو انہیں کوڑھ کا مرض لاحق ہو گیا اور دوسری بستی کے لوگوں نے انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ بستی کے لوگ گلیوں اور بازاروں میں بیٹھ کر موت کا انتظار کرنے لگے لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے موت بھی ان لوگوں سے روٹھ گئی ہو۔ قحط کے اس دور میں کسی نے مشورہ دیا: ''فلاں گاؤں میں اللہ کا ایک نبیؑ رہتا ہے، چلو چل کر اس سے دعا کراتے ہیں''۔ بستی کے لوگ نبیؑ کے پاس حاضر ہوئے اور ان کے سامنے گڑگڑانے لگے۔ نبیؑ کو ان پر ترس آ گیا اور انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے۔ ابھی نبیؑ نے دعا شروع کی تھی کہ ان پر وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''آپ ان بدبختوں سے کہیں، ان کی بستی میں میرا ایک مقرب بندہ رہتا ہے اور انہوں نے دو سال سے اس کا حقہ پانی بند کر رکھا ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے میرا بندہ بھوکا اور پیاسا رہے اور میں ان لوگوں کے دسترخوان آباد رکھوں۔ ان سے کہہ دیجئے، جب تک میرے بندے کو روٹی، پانی اور دوا نہیں ملے گی، اس وقت تک کوئی دعا، کوئی عبادت اور کوئی ترکیب ان کے کام نہیں آئے گی''۔ بستی کے لوگ واپس گئے۔ انہوں نے اللہ کے مقرب بندے سے معافی مانگی اور اسی شام بارش شروع ہو گئی، اور اس بستی کا قحط ختم ہو گیا۔

ہم لوگ مسلمان ہیں اور ہمارا ایمان ہے، کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے سکھی، مطمئن، خوشحال اور پرسکون نہیں رہ سکتا اور ہم لوگ لمحہ موجود میں انتہائی بے سکون، بدحال، غیر مطمئن اور ٹینس ہیں؟ سوال پیدا ہوتا ہے کیوں؟ اس کیوں کی کوکھ میں باباجی جیسے سینکڑوں لوگوں کے آنسو، آہیں اور درد چھپا ہے اور جب سے وہ بزرگ میرے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں، مجھے محسوس ہوتا ہے ہمارے ان تمام مسائل کی وجوہات لال مسجد اور مدرسہ حفصہ میں پیوست ہیں۔ حکومت نے 3 جولائی 2007ء کو اسلام آباد کی لال مسجد اور اس سے ملحقہ دارالعلوم حفصہ کا گھیراؤ کیا تھا۔ اس مدرسے میں یتیم بچیاں دینی تعلیم حاصل کرتی تھیں۔ 3 سے 10 جولائی تک اس جگہ انتہا درجے کا ظلم ہوا، جس میں سرکاری اعداد وشمار کے مطابق تین سے چار سو اور غیر سرکاری اندازے کے مطابق ایک ہزار بچیاں شہید ہو گئیں۔ یہ ایک ایسا اقدام تھا جسے آج پرانی حکومت کے عہدیدار بھی ظلم قرار دے رہے ہیں۔ چودھری شجاعت حسین سے لے کر ڈاکٹر شیر افگن تک ماضی کے تمام حکمران اس اقدام کی مذمت کر چکے ہیں۔ لہٰذا مجھے محسوس ہوتا ہے، اس ظلم سے اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ناراض ہو گیا ہو اور ہمارے موجودہ حالات کی خرابی کی وجہ اللہ تعالیٰ کی یہ ناراضی ہو۔ آپ خود فیصلہ کیجئے، حکومت نے لال مسجد اور مدرسہ حفصہ کی بجلی کاٹ دی تھی، آج ہمارے ملک کی بجلی بند ہے۔ حکومت نے یتیم بچیوں کی خوراک کی سپلائی روک دی تھی، آج پورے ملک سے آٹا غائب ہے۔ حکومت نے

لال مسجد کا پانی بند کیا تھا، آج ہمارے سارے ڈیم، سارے دریا اور ساری نہریں سوکھ چکی ہیں۔ حکومت نے مسجد کے گرد کرفیو لگایا تھا، آج پورا ملک صدر مشرف کی ایمرجنسی کے نتائج بھگت رہا ہے۔ عدالتوں نے مدرسے کی یتیم بچیوں کو انصاف نہیں دیا تھا، آج پاکستان کا پورا عدالتی نظام ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ حکومت نے مدرسے کا پٹرول ٹینک اڑا دیا تھا، آج پورا ملک پٹرول کے شدید بحران میں مبتلا ہے۔ حکومت نے شہید بچیوں کے لواحقین کو احتجاج نہیں کرنے دیا تھا، آج پورے ملک میں احتجاج ہو رہے ہیں۔ مدرسے کے اندر شہید بچیوں کی نعشیں جلا دی گئی تھیں، آج ملک میں لوگ لوگوں پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا رہے ہیں۔ حکومت نے اس ایشو سے امریکہ سے ڈالر لیے تھے، آج ہمارا روپیہ ڈی ویلیو ہوتا چلا جا رہا ہے اور حکومت نے اس ظلم کے لیے فوج اور رینجرز کو استعمال کیا تھا، آج فوج کے تمام اعلیٰ افسر اور سنٹرز خودکش حملوں کا ٹارگٹ ہیں۔

ہم تھوڑا سا مزید آگے چلتے ہیں۔ یہ آپریشن صدر پرویز مشرف نے کرایا تھا، آج اس ملک میں صدر پرویز مشرف کی کیا پوزیشن ہے۔ اس آپریشن کی تحریری اجازت شوکت عزیز نے دی تھی، آج وہ شوکت عزیز کہاں ہے؟ اس آپریشن کے دوران مسلم لیگ ق کی حکومت تھی، آج وہ مسلم لیگ ق کہاں ہے؟ پاکستان پیپلز پارٹی کی قائد محترمہ بے نظیر بھٹو نے اس آپریشن کے حق میں بیان دیا تھا، محترمہ کتنی بڑی ٹریجڈی کا شکار ہوئیں۔ مولانا فضل الرحمان اور ایم ایم اے نے یہ آپریشن رکوانے کی کوشش نہیں کی، آج ایم ایم اے اور مولانا فضل الرحمان کی کیا پوزیشن ہے اور مسلم لیگ ن کے قائد میاں نواز شریف نے مدرسہ کی بچیوں کی کھل کر حمایت نہیں کی تھی، قدرت نے انہیں بھی کھل کر حکومت نہیں دی۔ میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرا یہ تھیسس سو فیصد درست ہے لیکن اس کے باوجود ہم اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے امکان کو مسترد نہیں کر سکتے۔ چنانچہ میرا خیال ہے ہمیں اللہ تعالیٰ سے فوراً معافی مانگنی چاہیے، اور توبہ کرنی چاہیے ورنہ ہمارے مسائل میں اسی طرح اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

میرا خیال ہے اللہ تعالیٰ نے اس ملک کے حصے کی تمام نعمتیں مدرسہ حفصہ کی بچیوں کی قبروں میں دفن کر دی ہیں اور جب تک ہم توبہ نہیں کرتے، ہم اللہ تعالیٰ کو نہیں مناتے، ہمیں یہ ساری نعمتیں واپس نہیں ملیں گی، ہم اس وقت تک اسی طرح آٹے، بجلی اور پانی کو ترستے رہیں گے۔

(بشکریہ روزنامہ ”ایکسپریس“)

اداریہ

امریکہ سے مکمل آزادی حاصل کر لیں گے لیکن یہ زنجیریں کچھ نہ کچھ لازماً ٹوٹ جائیں گی۔ البتہ یہ بات ہم پورے یقین اور انشراح صدر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگر وکلاء کی تحریک ناکام ہوگئی اور صدر مشرف ایوانِ صدر میں براجمان رہے اور جج خصوصاً افتخار چودھری بحال نہ ہو سکے تو ہماری غلامی میں اگر کوئی تھوڑی بہت کسر رہ چکی ہے تو وہ بھی پوری ہو جائے گی۔ پاکستان افغانستان کی سطح پر آ جائے گا۔

امریکہ کی اسلام دشمن پالیسیوں کی وجہ سے پاکستان میں عوام کی بہت بڑی اکثریت امریکہ کے خلاف شدید جذبات رکھتی ہے، لہٰذا ٹیڑھے منہ سے انگریزی بولنے والی اسٹیبلشمنٹ اور ہوا کا رخ دیکھ کر چلنے والے سیاست دان کان کھول کر سن لیں کہ انہیں امریکی مفادات کے تحفظ کی پالیسی ترک کرنا ہوگی، اور اس نام نہاد دہشت گردی کی جنگ سے علیحدگی اختیار کرنا ہوگی۔ بالخصوص نئے حکمرانوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ عوام کو مشرف کی ذات سے نہیں، اس کے کرتوتوں سے نفرت ہے۔ نائن الیون سے پہلے مشرف ایک مقبول صدر تھا۔ مہنگائی اور بے روزگاری میں اضافہ، آٹا اور بجلی کا بحران تو 2007ء میں پیدا ہوا جبکہ مشرف اس سے کہیں پہلے عوام سے چھپتے پھرتے ہیں، اگرچہ ان عوامل نے مشرف کی غیر مقبولیت میں اضافہ کیا لیکن بحیثیت مجموعی عوام نے اپنی انا، خودمختاری اور آزادی کو اپنے پیٹ پر ترجیح دی۔ پیپلز پارٹی کو یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ جب بھٹو نے کہا تھا کہ گھاس کھا لیں گے، ایٹم بم بنائیں گے تو وہ اپنی مقبولیت کی معراج پر پہنچ گئے۔ اگر نئے حکمرانوں نے بھی امریکی مفاد کا تحفظ کیا تو وہ بھی عبرتناک انجام سے بچ نہ سکیں گے۔ اس لیے کہ امریکی غلامی کو بہرحال ختم ہونا ہے۔ آج نہیں تو کل وکلاء تحریک سے یا اس کے بعد کی تحریک سے۔ پھر عوامی ردِعمل سے ان امریکی ایجنٹوں کا بچانا ممکن نہ ہوگا۔ اسلامی تحاریک کے کارکنوں کو بھی سوچنا ہوگا کہ ایسی سرزمین پر اسلامی نظام کیسے نافذ ہو سکے گا، جس پر اسلام کے بدترین دشمن نے اپنے پنجے پوری قوت سے گاڑھے ہوئے ہیں۔ دشمن کے خلاف کامیابی صرف اس کو برا بھلا کہنے یا اظہار جذبات سے نہیں ہوتی بلکہ دانش و حکمت سے تیار کردہ پالیسی پر ہمت و جرأت سے عمل پیرا ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا ہمارا استحکام ہی نہیں ہماری آزادی کے برقرار رہنے کا انحصار بھی اس پر ہے کہ ہم امریکی دباؤ اور مداخلت کے خلاف علمِ بغاوت کھڑا کریں چاہے قوم کو گھاس ہی کیوں نہ کھانی پڑے اس لیے کہ ایٹم بم بھی آزادی کے تحفظ کے لیے ہوتا ہے۔ اور مسلمان کو اللہ کی غلامی کے سوا کسی کی غلامی قبول نہیں۔

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر خاندان کی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایم ایس سی کمپیوٹر سائنس کے لیے برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0300-4100744

☆ رفیقہ تنظیم، عمر 30 سال، تعلیم ایف اے کے لیے دینی گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0323-4294911

☆ دوشیزہ، عمر 31 سال، تعلیم نویں جماعت پاس، دینی گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0334-9758708

☆ بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم ایم اے ہسٹری، بی ایڈ کے لیے دینی مزاج کے حامل برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0302-4304729

☆ ارائیں فیملی کو دو بیٹیوں، عمر 22 سال، تعلیم MBA اور عمر 24 سال، تعلیم ایم اے اکنامکس کے لیے شریف اور تعلیمی گھرانوں سے دینی مزاج کے حامل، برسرروزگار لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 6540084 042-5078034

☆ 25 سالہ دوشیزہ، تعلیم بی ایس سی اکنامکس، ایم اے اسلامیات، بی ایڈ، مختلف دینی کورسز کے لیے دیندار برسرروزگار رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 042-5750140

☆ لاہور میں مقیم بھٹی خاندان کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، بی اے، بی ایڈ، ایم اے کے لیے مناسب رشتہ مطلوب ہے۔

برائے رابطہ: 042-5184049

☆ لاہور میں مقیم مغل خاندان کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم بی اے کے لیے مناسب رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-4101848

تنظیم اسلامی نارتھ ناظم آباد، کراچی کے تحت ماہانہ تربیتی اجتماع

تنظیم اسلامی نارتھ ناظم آباد کراچی کا ماہانہ تربیتی اجتماع تنظیم کے دفتر میں منعقد ہوا۔ یہ اجتماع شب بیداری کی صورت میں منعقد کیا گیا۔ مرکزی موضوع ''اتباع رسول ﷺ'' تھا۔ اجتماع کا آغاز رات ساڑھے نو بجے ہوا۔ سب سے پہلے منتخب نصاب درس دوم سورۃ الفتح کی آخری آیات کے ضمن میں بانیٔ محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب بعنوان ''حزب اللہ کے اوصاف'' بذریعہ ملٹی میڈیا دکھایا گیا۔ سید کاشف علی نے اتباع رسول ﷺ کے حوالہ سے سیر حاصل گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے لیے ممکن ہی نہیں کہ ہم کسی درجہ میں بھی آپ ؐ کے احسانات کا بدلہ چکا سکیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ کی پیروی کریں۔ اس کے بعد نوید مزمل نے رات کو سونے سے پہلے کی سنتوں کی یاد دہانی کرائی اور اذکار مسنونہ کی فضیلت بیان کی۔ رات 11 بجے آرام کا وقفہ ہوا۔

اگلے روز پونے چار بجے رفقاء کو تہجد کے لیے بیدار کیا گیا۔ نوافل کی ادائیگی کے بعد خالد بشیر نے حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کی زندگی کے واقعات بیان کیے اور سیرت النبی ﷺ اور تعاملِ صحابہ ؓ کے باہمی تعلق پر بھی روشنی ڈالی۔ نماز فجر کے بعد طٰہٰ غیاث نے سورۃ النساء کے نویں رکوع کا درس دیا۔ انہوں نے کہا کہ حقیقی مومن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ رسول ﷺ کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے اور یہ اطاعت دلی رضامندی اور محبت کے ساتھ مطلوب ہے۔ بعد ازاں عبید فصیح نے اتباع رسول ﷺ کو احادیث نبویہ ﷺ کے ذریعے اجاگر کیا۔ اظہر ریاض نے ''فرائض دینی کا جامع تصور'' کے موضوع پر مذاکرہ کروایا۔ انہوں نے عبادت رب، شہادت علی الناس، اقامت دین اور اس کے لوازمات کے ضمن میں رفقاء کی گفتگو کو مدلل اور مربوط انداز میں یکجا کرتے ہوئے آخر میں پورے مذاکرہ کا خلاصہ بھی پیش کیا۔

ناشتہ کے بعد مقامی ناظم دعوت نوید مزمل نے دعوت دین کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں دعوت دین کے فریضہ کی اہمیت اور بحیثیت رفیق تنظیم اسلامی اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنے کی ضرورت ہے۔ دو رفقاء سے گزارش کی گئی کہ وہ اپنی دعوتی سرگرمیوں سے حاضرین کو آگاہ کریں۔ جس پر انہوں نے حلقہ قرآنی کے قیام، دعوت کے سلسلے میں اپنائے جانے والے ذرائع اور حلقۂ احباب میں دعوتی کاوشوں کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا کہ رضائے الٰہی اور اخروی فلاح کے حصول کے لیے دعوت کا کام ہماری ذمہ داری ہے، اور ہمیں نتائج کی پروا کیے بغیر اس کام کو زندگی کی آخری سانس تک مسلسل کرتے رہنا ہے۔ آخر میں مقامی امیر اظہر ریاض نے رفقاء کو اگلے پروگراموں کی اطلاع دی۔ انہوں نے مقامی سطح پر منعقد کی جانے والی پہلی شب بیداری کے کامیاب انعقاد پر اللہ کا شکر ادا کیا اور رفقاء کی شرکت کو سراہا۔ پروگرام کا اختتام ساڑھے نو بجے مسنون دعا پر ہوا۔ اس اجتماع میں کل 22 رفقاء نے شرکت کی۔ (رپورٹ: فیض پاشا)

تنظیم اسلامی گوجرخان کے زیر اہتمام دعوتی اجتماع

28 اپریل بروز سوموار تنظیم اسلامی گوجرخان کے زیر اہتمام غوری ہال جی ٹی روڈ گوجرخان میں بعد نمازِ مغرب ایک دعوتی اجتماع منعقد کیا گیا، جس میں تقریباً تین سو سے زائد رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ تلاوت کی سعادت عثمان فاروق نے حاصل کی۔ نعت رسول مقبول ﷺ احمد بلال ایڈووکیٹ نے پیش کی، جو سٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری بھی ادا کر رہے تھے۔ بعد ازاں تقریب کے روح رواں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے ناظم اعلیٰ محترم ڈاکٹر عارف رشید نے ''سچا امتی کون؟'' کے عنوان سے حاضرین سے خطاب فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی گفتگو کا آغاز سورۃ الاعراف کی آیت 157، سورۃ الحجرات کی آیت 2 اور سورۃ ال عمران کی آیت نمبر 31 کی تلاوت سے کیا۔ انہوں نے سچے امتی کے اوصاف اور حضور اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بہت موثر انداز سے وضاحت کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کا ہم پر خصوصی کرم ہے کہ اس نے ہمیں امت محمدیہ ﷺ کا حصہ بنایا اور قرآن کا حامل بننے کی سعادت عطا کی۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کا سچا امتی بننے کی پہلی شرط آپ ؐ پر ایمان و یقین ہے۔ دوسری چیز آپ ؐ کی عزت و احترام ہے۔ عزت و احترام کے جذبہ سے ہی حقیقی محبت پیدا ہوگی، جس سے اطاعت و اتباع کے جذبے کو جلا ملے گی۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنا احتساب کرنا ہوگا، کیا واقعی ہم ان شرائط پر پورا اتر رہے ہیں؟ کیا ہماری عبادت، معاشرت اور تمدنی رسومات کسی اور سے مستعار شدہ تو نہیں؟ تیسری شرط نصرت ہے۔ جس مشن کی تکمیل کے لیے حضور ﷺ زندگی بھر مصروف عمل رہے، ہمیں چاہیے کہ اسی کو اپنا مطمح نظر بنائیں، یعنی اقامت دین کے لیے جدوجہد کریں۔ آپ ؐ نے صحابہ ؓ کی جماعت کے ساتھ اپنی زندگی میں جزیرہ نما عرب کی حد تک دین کو غالب کر دیا۔ ہماری یہ ذمہ داری ہے اس دین کے غلبہ و اقامت دین کے لیے اپنا تن من دھن لگا دیں۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

تنظیمی اطلاعات

1۔ جھنگ میں تنظیم کا قیام:

امیر حلقہ پنجاب وسطی کی طرف سے جھنگ میں تنظیم کے کام کے پیش نظر دو اُسروں (i) اُسرہ گوجرہ روڈ اور (ii) اُسرہ محلہ سلطان والا کو تنظیم کا درجہ دینے کی سفارش کی گئی اور اس تنظیم کے امیر کے لیے عبدالمجید کھوکھر کا نام تجویز کیا گیا۔ امیر محترم نے مشورہ کے بعد جھنگ تنظیم کے قیام اور مجوزہ امیر کے تقرر کی منظوری دی ہے۔

2۔ گوجرخان تنظیم کی تقسیم:

ناظم حلقہ پنجاب شمالی نے تنظیم اسلامی گوجرخان کو دو حصوں (i) گوجرخان شرقی اور (ii) گوجرخان غربی میں تقسیم کرنے کے لیے رفقاء کی آراء ارسال کیں، نیز گوجرخان شرقی کے لیے فاروق حسین (سابق امیر) اور گوجرخان غربی کے لیے حافظ ندیم مجید کو ان تنظیم کے امراء مقرر کرنے کی سفارش بھی کی۔ امیر محترم نے رفقاء کی آراء اور ناظم حلقہ کی سفارش کو مدنظر رکھتے ہوئے مرکزی اُسرہ سے مشورہ کے بعد تنظیم کی تقسیم اور مذکورہ امراء کے تقرر کی منظوری دی ہے۔

3۔ راولپنڈی شرقی تنظیم کی تقسیم:

ناظم حلقہ پنجاب شمالی نے تنظیم اسلامی راولپنڈی شرقی کو دو حصوں (i) النور کالونی اور (ii) مسلم ٹاؤن میں تقسیم کرنے کے لیے رفقاء کی آراء ارسال کیں، نیز مسلم ٹاؤن تنظیم کے لیے محمد قدیر عباسی (سابق امیر) اور النور کالونی تنظیم کے لیے چودھری سلطان احمد کو ان تنظیم کے امراء مقرر کرنے کی سفارش کی۔ امیر محترم نے رفقاء کی آراء اور ناظم حلقہ کی سفارش کو مدنظر رکھتے ہوئے مرکزی اُسرہ سے مشورہ کے بعد تنظیم کی تقسیم اور مذکورہ امراء کے تقرر کی منظوری دی ہے۔

4۔ گجرات میں قائم مقام امیر کا تقرر:

گجرات تنظیم کے امیر جناب محمد ناصر عمرہ کی ادائیگی کے لیے گئے ہیں۔ ان کی عدم موجودگی میں امیر محترم نے مشورہ کے بعد احسان اللہ کو مذکورہ تنظیم کا قائم مقام امیر نامزد کیا ہے۔

5۔ تنظیم اسلامی کورنگ ٹاؤن کا قیام:

مقامی تنظیم چکلالہ میں رفقاء کی تعداد اور ناظم حلقہ کی سفارش کے پیش نظر امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس میں مشورہ کے بعد نئی تنظیم کورنگ ٹاؤن کے قیام کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کے لیے جناب محمد اسعد کو امیر تنظیم مقرر فرمایا ہے۔

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کے زیر اہتمام تیمرگرہ میں تفہیم دین پروگرام

2 مئی 2008ء بروز جمعہ مرکز تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی تیمرگرہ میں ایک تفہیم دین کورس کا انعقاد کیا گیا۔ اس پروگرام میں مقامی رفقاء کے علاوہ نو احباب نے شرکت کی۔ پروگرام کا آغاز سہ پہر 3 بجے سے ہوا۔ سب سے پہلے ملتزم رفیق احسان اللہ نے فرائض دینی کا جامع تصور پیش کیا۔ آپ نے فرائض کے جامع تصور کو تین منزلہ عمارت کی مدد سے واضح کیا۔ انہوں نے کہا کہ فرائض دینی کی پہلی منزل عبادت رب یا بالفاظ دیگر خود اللہ کا بندہ بننا ہے۔ اور بندگی کے لیے ہمیں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کے علاوہ تلاوت قرآن، صحبت صالحین کا اہتمام کرنا ہوگا اور سیرت صحابہؓ سے روشنی حاصل کرنا ہوگی۔ دوسری منزل شہادت علی الناس ہے۔ یعنی جو خیر و بھلائی ہم نے اپنی لیے پسند کی ہے، اب اسے دوسروں تک پہنچائیں۔ آخری منزل اقامت دین کی جدوجہد ہے۔ بعدازاں احباب کی طرف سے پوچھے گئے سوالات کے جوابات دیئے گئے۔

پہلی نشست کے بعد چائے کا وقفہ ہوا، جس میں شرکاء نے ایک دوسرے کا تعارف حاصل کیا۔ اس نشست میں شاکر اللہ نے دین اور مذہب کا فرق واضح کیا۔ نماز عصر کے بعد جناب شاہ وارث نے ''منہج انقلاب نبویؐ اور التزام جماعت کے حوالے سے گفتگو کی۔ آپ نے دُنیا کے مختلف انقلابات کا ذکر کیا، اور واضح کیا کہ یہ انقلابات جزوی اور کسی خاص گوشے میں واقع ہوئے ہیں، جبکہ رسول اللہ ﷺ نے جو انقلاب برپا کیا، وہ ہمہ گیر اور کلی انقلاب تھا۔ اِس انقلاب کا اساسی نظریہ توحید بھی آپؐ نے خود پیش کیا، جماعت بھی خود بنائی اور بہت ہی کم عرصے میں عملاً انقلاب بھی برپا کر دکھایا۔ پھر یہ انقلاب جزوی یا کسی ایک گوشے میں نہیں تھا بلکہ آپ نے زندگی کے تمام گوشوں کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ یہ پروگرام نماز مغرب تک جاری تھا۔ دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

(مرتب: محمد شریف)

تنظیم اسلامی حلقہ بالائی سندھ کے زیر اہتمام لاڑکانہ میں تعارفی پروگرام

18 مئی 2008ء بروز اتوار حلقہ بالائی سندھ کی طرف سے لاڑکانہ شہر میں کارنر میٹنگ اور تعارفی پروگرام کا انعقاد ہوا۔ امیر حلقہ جناب غلام محمد سومرو کے مشورہ سے صرف لاڑکانہ شہر کے نزدیک شاہ پنجو اور سکھر تنظیم اور اسرہ شکارپور اور شہدادکوٹ کے رفقاء کو شرکت کی دعوت دی گئی۔ ماسوائے اسرہ شکارپور کے تمام رفقاء مقررہ وقت پر پہنچ گئے۔ نماز عصر کے بعد پروگرام کا آغاز ہوا۔ نماز عصر ریلوے ریسٹ ہاؤس کے نزدیک ریلوے اسٹیشن کی مسجد میں ادا کی گئی۔ اس کے بعد شہر کے معروف اور مصروف علاقہ پاکستان چوک پر امیر حلقہ کی قیادت میں کارنر میٹنگ کی گئی۔ اس دوران رفقاء بینر لے کر کھڑے ہوگئے، جس پر تنظیم اسلامی کے تعارف کی عبارتیں درج تھیں۔ ہینڈ بلز اور تنظیم کا لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ کچھ رفقاء نے میگافون کے ذریعہ تنظیم اسلامی کا پیغام اور تعارف سامعین کے سامنے رکھا۔ نماز مغرب شہر کی مسجد میں ادا کی گئی۔

اس کے بعد رفقاء اسٹیشن روڈ واپس آگئے، جہاں دوسری کارنر میٹنگ کا اہتمام کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز نماز مغرب کے بعد حافظ ثناء اللہ گبول کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ پروگرام میں جناب احمد صادق سومرو (امیر شاہ پنجو تنظیم) حافظ محمد افسر کبوہ (نقیب اسرہ شہدادکوٹ) اور محمد یوسف نے مختصر خطاب کیا۔ جس میں انہوں نے تنظیم اسلامی کا تعارف، اس کے مقاصد اور موجودہ حالات کے حوالے سے ہم پر عائد ذمہ داریاں بیان کیں۔ اس دوران تنظیم کا لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ پروگرام کا اختتام رات 9 بجے مسنون دعا پر ہوا۔ آخر میں امیر حلقہ جناب غلام محمد سومرو نے شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ اس چھوٹی سی کوشش کو قبول فرمائے اور اپنی بندگی اور نبی ﷺ کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ اس پروگرام کے انعقاد میں سعید احمد سندیلو نے بھرپور حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی کاوش کو بھی توشۂ آخرت بنائے۔ آمین

(رپورٹ: نصر اللہ انصاری)

تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور کے زیر اہتمام تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی گڑھی شاہو کے زیر اہتمام نصف روزہ تربیتی پروگرام 25 مئی 2008ء کو مرکز تنظیم اسلامی گڑھی شاہو میں ہوا۔ پروگرام کا آغاز عصر کی نماز کی ادائیگی سے ہوا۔ نماز کے بعد عاطف عماد نے نماز کے بعد کے مسنون اذکار بیان کیے۔ اس کے بعد ڈاکٹر محمد ابراہیم نے جہاد فی سبیل اللہ کے مراحل اور مدارج پر مذاکرہ کرایا، جس میں رفقاء نے بڑی دلچسپی لی۔ پونے چھ بجے بانی تنظیم اسلامی کی تقریر ''رخصت کا طریقہ کار'' بذریعہ ویڈیو دکھائی گئی۔ بعدازاں اس تقریر کے حوالے سے مقامی امیر نے مذاکرہ بھی کرایا۔ نماز مغرب کی ادائیگی کے بعد مبتدی رفیق عاصم جہانگیر بیگ نے ''جھوٹ: ایک خطرناک باطنی بیماری'' پر مذاکرہ کرایا۔ رات آٹھ بجے عاطف عماد نے دعوت کیسے دی جائے، پر مذاکرہ کروایا۔ آخر میں امیر مقامی تنظیم شکیل احمد نے اپنی اختتامی گفتگو میں رفقاء کی توجہ نماز کی ادائیگی کی طرف دلائی، بالخصوص نماز فجر کہ جس میں کوتاہی ہو جاتی ہے۔ انہوں نے ساتھیوں کو تلقین کی کہ دعوت دین کے کام میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں اور اس کام کو دین کا تقاضا سمجھتے ہوئے بھرپور طریقے سے کریں۔ دعا پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ پروگرام میں 30 رفقاء اور 6 احباب نے شرکت کی۔

(مرتب: حافظ خباب عبدالخالق)

ترجمہ قرآن کریم کورس

(سمر کیمپ)

تعارف: مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے شعبۂ تدریس کے زیر اہتمام ایک خصوصی سمر کیمپ منعقد کیا جا رہا ہے۔ جس میں اڑھائی ماہ کی قلیل مدت میں مکمل ترجمۂ قرآن (مع مختصر لغوی و تفسیری بیان) اور منتخب نصاب حدیث کی تدریس ہوگی۔

اہلیت : رجوع الی القرآن کورس (پارٹ ا) کی تکمیل یا عربی گرامر کے کسی شارٹ کورس میں شرکت۔

دورانیہ : مورخہ 16 جون تا 31 اگست 2008ء

اوقاتِ تدریس : صبح 8 بجے تا دوپہر 12 بجے

داخلہ ٹیسٹ : مورخہ 14 جون 2008ء صبح 10 بجے ہوگا۔

(رجوع الی القرآن کورس پاس کرنے والے حضرات داخلہ ٹیسٹ سے مستثنیٰ ہیں)

مقام : قرآن اکیڈمی 36 کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-5869501

زیر انتظام: شعبۂ تدریس، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

email : irts@tanzeem.org

مشرق وسطیٰ میں امریکا کو شکست

امریکی حکومت نے ایران، شام اور دیگر ممالک میں ان کی اتحادی حکومت کو دہشت گرد قرار دے رکھا ہے۔ امریکا کی کوشش ہے کہ ان ''دہشت گردوں'' کو مشرق وسطیٰ میں تنہا کر دیا جائے مگر پچھلے دنوں دو واقعات نے اس کی ان کوششوں کو زبردست دھچکا پہنچایا۔ اول لبنان میں حزب اللہ کی طاقت کو تسلیم کر لیا گیا۔ دوم شامی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ گولان کی پہاڑیوں کے مسئلے پر اسرائیل سے گفت وشنید کرنے کو تیار ہے۔

لبنان میں 90-1975ء کی خانہ جنگی کے بعد نہایت سنگین بحران آیا ہوا تھا۔ 2006ء کے آخر میں حزب اللہ کی قیادت لبنانی حزب اختلاف سے الگ ہو گئی۔ اس کا کہنا تھا کہ اُسے مزید طاقت نیز ویٹو کا حق دیا جائے۔ پھر جب لبنانی صدر کی مدت ختم ہوئی، تو نئے صدر کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔ دو ہفتے قبل بیروت میں حکومت اور حزب اللہ کے حامی آپس میں لڑ پڑے۔ تصادم میں 65 آدمی مارے گئے۔

اب عرب ممالک درمیان میں آئے اور قطر میں متحارب لبنانی گروہوں کے سربراہوں کے مابین مذاکرات ہوئے۔ ان میں قطری خلیفہ اور عرب لیگ کے سربراہ امر موسیٰ بھی شریک ہوئے۔ لبنان اور لبنانیوں کی خوش قسمتی کہ یہ مذاکرات کامیاب ہوئے اور یوں خانہ جنگی کا خطرہ کافور ہو گیا۔ لبنانی حکومت نے حزب اللہ کے بیشتر مطالبات تسلیم کر لیے۔ یوں آخر میں حزب اللہ ہی کو فتح ملی۔ اُسے اب حکومت میں ویٹو کرنے کا حق مل گیا ہے۔ مزید براں لبنانی فوج کے سربراہ جنرل مائیکل سلیمان کو نیا صدر بنانے پر اتفاق ہو گیا ہے جنھیں شام کا حمایتی سمجھا جاتا ہے۔

دوسری طرف گولان پر مذاکرات کے ضمن میں امید کی جا رہی ہے کہ شام، ایران سے اپنے تعلقات ہرگز داؤ پر نہیں لگائے گا۔ وہ بس اسرائیل کے اتنے قریب جائے گا کہ اپنا کھویا ہوا علاقہ دوبارہ حاصل کر سکے۔

یمن میں اسلامی ٹی وی چینل

یمن کے وزیر اطلاعات حسن نور نے اعلان کیا ہے کہ حکومت جلد ہی ایک دینی ٹی وی چینل قائم کر رہی ہے۔ اس چینل کا نام ''الایمان'' ہو گا اور اس کے معاملات کی دیکھ بھال یمن کے ممتاز علمائے کرام کریں گے۔ یہ ٹی وی چینل، اسلامیات، اسلامی تہذیب وثقافت اور اسلامی علوم وفنون کے بارے میں منفرد پروگرام پیش کرے گا۔

قازقستان میں اسلامی بینک کا قیام

قازقستان میں تیل کے وسیع ذخائر ملتے ہیں۔ پیٹرول میں حالیہ اضافے سے وسطی ایشیا کے اس اسلامی ملک کی آمدن بھی بڑھی ہے۔ قازقستان میں مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ یہاں کوئی اسلامی بینک متعارف کرایا جائے تاکہ وہ سود سے پاک کاروبار کر سکیں۔ اسی مطالبے کو مدنظر رکھتے ہوئے قطر اسلامی بینک نے قازقستان میں ایک اسلامی بینک قائم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ بنک ابتدائی طور پر 100 ملین ڈالر کے سرمائے سے چلایا جائے گا۔

اوسنابرک میں اسلامی مرکز

جرمن ریاست لوئر سیکسنی کے وزیر اعظم کرسچن ولف نے اعلان کیا ہے کہ ریاستی شہر اوسنابرک میں ''اسلام، عیسائیت مکالمہ مرکز'' قائم کیا جا رہا ہے تاکہ دنیا کے دونوں عظیم مذاہب ایک دوسرے کے قریب آسکیں۔ یاد رہے کہ وزیر اعظم ولف کا تعلق ڈیمو کریٹک کرسچن پارٹی سے ہے۔ یہ مرکز بیس لاکھ یورو کی لاگت سے تعمیر ہو گا اور جرمنی ہی نہیں یورپی ممالک میں بھی یہ اپنی نوعیت کا منفرد سینٹر ہو گا۔

نوجوان بہاری، بنگلہ دیشی بن گئے

صوبہ بہار کے مسلمانوں نے تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔ 1947ء میں جب نئی مملکت کا قیام عمل میں آیا، تو لاکھوں بہاری مشرقی پاکستان ہجرت کر گئے۔ 1971ء میں جب وہ بنگلہ دیش بن گیا، تو تین لاکھ سے زائد بہاریوں کو نئی حکومت نے نظر بندی کیمپوں میں محصور کر دیا، جن کی تعداد اب 66 ہو چکی ہے۔ وہ نظر بندی کیمپ بجلی، گیس اور دوسری آسائش زندگی سے محروم ہیں۔ وہاں مقیم بہاریوں کو صحت کی سہولیات میسر ہیں نہ تعلیم کی مگر وہ پاکستان سے محبت کرنے کے باعث یہ تکالیف برداشت کرتے رہے۔

نواز شریف حکومت کے پہلے دور میں اس سلسلے میں کوششیں ہوئیں اور چند بہاری خاندان پاکستان آئے بھی لیکن پھر یہ معاملہ سیاسی اور سرکاری مسائل کے باعث ٹھپ ہو گیا۔ آخر جب نوجوان بہاریوں کی قوت برداشت جواب دے گئی، تو انہوں نے بنگلہ دیشی ہائی کورٹ سے رجوع کیا۔ ان کا مطالبہ تھا کہ انہیں بنگلہ دیشی شہریت عطا کی جائے کیونکہ وہ بنگلہ دیش میں پیدا ہوئے ہیں۔ پچھلے دنوں بنگلہ دیشی ہائی کورٹ نے یہ فیصلہ سنا دیا کہ جو بہاری 1971ء میں کم سن تھے یا جو آزادی بنگلہ دیش کے بعد پیدا ہوئے، وہ اب بنگلہ دیشی ہیں۔ اب وہ بحیثیت ووٹر انتخابات میں بھی حصہ لے سکیں گے۔ اس فیصلے کے بعد ایک لاکھ چالیس ہزار بہاریوں کو بنگلہ دیشی شہریت ملنے کا امکان پیدا ہو گیا ہے۔

اس فیصلے پر کیمپوں میں محصور بہاریوں کی نئی نسل نے خوشی کا اظہار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کیمپوں میں سختیاں ہی ہیں، اب انہیں بھی برابر کے حقوق مل جائیں گے۔ اب وہ بھی اسکول جائیں گے، تعلیم حاصل کر کے نجی اور سرکاری اداروں میں ملازمت کریں گے۔ بینک میں اکاؤنٹ کھول سکیں گے۔ 27 سالہ فاطمہ بیگم کہتی ہے ''ہم پاکستان کیوں جائیں؟ ہم یہاں پیدا ہوئے ہیں اور یہیں رہیں گے۔''

تاہم نوجوان بہاری لڑکے لڑکیوں کے والدین اور بزرگ اس فیصلے سے خوش نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ دنیاوی آسائشات کی خاطر اپنے اصول قربان نہیں کر سکتے۔ وہ پاکستانی ہیں اور سدا پاکستانی رہیں گے۔ وہ پاکستان جانے کا انتظار کریں گے چاہے وہ کتنا ہی طویل ہو۔ گویا اس فیصلے نے بہاریوں کو تقسیم کر دیا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کون سی پاکستانی حکومت ان محب وطن پاکستانیوں کے دکھوں کی شدت محسوس کرتی ہے۔

کلمے والا پرچم ماؤنٹ ایورسٹ پر لہرانے لگا

30 سالہ سعودی کوہ پیما فاروق سعد حماد الزماں نے دنیا کی سب سے اونچی چوٹی ایورسٹ سر کر لی ہے۔ وہ یہ اعزاز حاصل کرنے والے پہلے سعودی کوہ پیما ہیں۔ فاروق دس رکنی کوہ پیما ٹیم کے رکن تھے۔ اس میں سے صرف 6 رکن ہی چوٹی تک پہنچ سکے۔ جبکہ ایک جاپانی کوہ پیما راستے میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔

سعودی عرب میں نیپال کے سفیر حمید انصاری نے یہ شاندار کارنامہ انجام دینے پر فاروق کو مبارک باد دی ہے۔ انہیں خوشی ہے کہ وہ سعودیہ کا پرچم دنیا کے بلند ترین مقام پر لہرانے لگا ہے جس پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نام نامی درج ہے۔

جماعت اسلامی بنگلہ دیش کے سربراہ گرفتار

انسداد رشوت عدالت کے احکامات پر بنگلہ دیشی پولیس نے ڈھاکہ میں جماعت اسلامی بنگلہ دیش کے امیر، مولانا مطیع الرحمٰن کو گرفتار کر لیا ہے۔ یہ گرفتاری گیٹکو (GATCO) کیس کے سلسلے میں عمل میں آئی ہے۔ اس کیس کے سلسلے میں پہلے ہی سابق وزیر اعظم بیگم خالدہ ضیا اور ان کے چھوٹے بیٹے عرفات رحمٰن زیر حراست ہیں۔ مولانا مطیع الرحمٰن، خالدہ ضیاء حکومت میں وزیر صنعت تھے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ فوج کی مدد سے حکمرانی کرنے والی عبوری حکومت نے جماعت اسلامی کے کسی سینئر رہنما کو گرفتار کیا ہے۔

محترم مدیر، ندائے خلافت، لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

امید ہے مزاج بخیر ہوں گے۔ ندائے خلافت کے شمارہ 18 (یکم تا 7 مئی 2008) میں محترم خواجہ مظہر نواز صدیقی کا مضمون ''شاباش! ڈاکٹر بابر اعوان'' پڑھا۔ خوشی بھی ہوئی اور دل میں ایک اندیشہ بھی پیدا ہوا۔ خوشی اس بات کی، جس سے ابلیس پریشان ہو گیا تھا (ابلیس کی مجلسِ شوریٰ):

ہے اگر مجھ کو خطر کوئی تو اس امت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو

اور اندیشہ یہ کہ ابلیس ڈاکٹر بابر اعوان کے عمل کو پروان چڑھتے کیسے برداشت کر سکے گا، اِلّا ماشاء اللہ۔ میرے علم میں ہے کہ پاکستان کے ایک فلم ڈائریکٹر ریاض شاہد نے ایک فلم ''زرقا'' بنائی جس میں ایک فلسطینی مجاہدہ (لڑکی) پر اسرائیلی ظلم وستم دکھایا گیا تھا۔ ریاض شاہد کو اس پر نگار ایوارڈ بھی ملا تھا۔ لیکن جلد ہی اُسے ابلیس نے قتل کروا دیا تھا۔ اسی طرح دوسری شخصیت جو نصاریٰ کے ساتھ کامیاب مناظرے کرنے والی تھی یعنی شیخ احمد دیدات ؒ جن سے عیسائی پادری اس طرح بھاگتے تھے جس طرح پادری فنڈر مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے بھاگتا تھا۔ ان کو ابلیس نے زہر دلوا دیا، جس سے ان کا ذہن ماؤف ہو گیا اور وہ قریباً 8،9 سال ریاض کے شاہی ہسپتال میں موت کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے زندگی کی بازی ہار گئے۔

یہی خطرہ مجھے ڈاکٹر ذاکر نائیک حفظہ اللہ کے بارے میں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے۔ آمین! ڈاکٹر بابر اعوان کو بھی میرا مشورہ ہے کہ امت مسلمہ کی طرف سے تحفظ ناموس رسالت کے مشن کی ادائیگی کرتے ہوئے اپنی حفاظت کا بھی خیال رکھیں، اس وقت تک جب تک کہ ''فرض'' سے عہدہ برآ نہیں ہو جاتے۔ مقصد پورا ہونے کے بعد جان بھی چلی جائے تو کامیابی ہے۔

جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(احقر: سید افتخار احمد)

☆☆☆☆☆

مکرمی مدیر، ندائے خلافت، لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

ایوب بیگ مرزا صاحب ندائے خلافت کے شمارہ 21 (22 تا 28 مئی) کے اداریے میں ''وکلاء تحریک اور نفاذِ اسلام؟'' کے عنوان سے رقمطراز ہیں: ''ان تمام معاملات پر بڑی باریک بینی سے غور کرنے کے بعد اگر اس نتیجہ پر پہنچا جائے کہ وکلاء تحریک کی کامیابی نفاذِ اسلام کی منزل حاصل کرنے کے لیے پہلے پڑاؤ کی حیثیت رکھتی ہے تو اسلامی جماعتوں کو وکلاء کی تحریک میں بھرپور حصہ لینا چاہیے......''

اندازِ تحریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ فاضل اداریہ نگار اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ وکلاء تحریک کی کامیابی اسلام کی منزل کی جانب پہلے پڑاؤ کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا اصولاً ہمیں وکلاء تحریک میں بھرپور حصہ لینا چاہیے۔ ویسے بھی میرے نزدیک پاکستان میں سر دست ایک ہی اسلامی جماعت ہے، یعنی تنظیم اسلامی! نیز عدل اسلام کا ''کیچ ورڈ'' ہی نہیں، اصل اسلام ہے۔

(ابن صالح)

☆☆☆☆☆

محترم ومکرم مدیر، ندائے خلافت، لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

ندائے خلافت کے شمارہ 19 (8 تا 14 مئی 08ء) میں جناب قاری یحییٰ اشرف عبدالغفار صاحب کا انتخاب پڑھا۔ آخری تین چار سطریں پڑھ کر مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔

ہمارے گاؤں کے ماسٹر صاحب کے زور دینے پر ایک کسان نے اپنے بچے کو ہائی اسکول میں پانچویں جماعت میں داخل کروا دیا۔ ایک روز بچہ اسکول کا کام کر رہا تھا کہ باپ کو اس کی مدد کی ضرورت پڑی۔ بچے کا اس وقت کام کا موڈ نہ تھا۔ اس نے انگریزی پڑھنے اور مشقوں پر کام کرنے کا بہانہ بنایا۔ باپ نے پوچھا ''پتر انگریزی وچ گونگلوؤں کی کہندے نے'' (بیٹے! انگریزی میں شلغم کو کیا کہتے ہیں؟) بیٹے نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد منہ کو ٹیڑھا کیا اور کہا Gangolo ''گینگولو''۔ باپ نے کہا بیٹا کل سے تم مجھ سے انگریزی پڑھ لیا کرنا۔ اسکول جانا چھوڑ دو۔ خواہ مخواہ وقت ضائع کرتے ہو۔ (سید افتخار احمد)

مسجد انتظامیہ کی توجہ کے لئے

اکثر نمازی حضرات مسجد کے اندر اپنا موبائل فون بند کرنا بھول جاتے ہیں، جس کی وجہ سے دوسرے نمازیوں کو نماز اور خطبہ کے دوران پریشانی ہوتی ہیں اور مسجد کا تقدس بھی پامال ہوتا ہے۔

اس پریشانی سے بچنے کے لئے ہم مناسب قیمت پر جامر فراہم کر رہے ہیں۔ خواہشمند حضرات ہم سے رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: عبدالواحد موبائل نمبر: 0321-2026250

(بوقت:۔ بعد نماز ظہر تا عشاء)

Governor approves." Jawaharlal Nehru, in his autobiography, reported hearing British soldiers saying that they "wanted to teach the bloody browns a lesson".

In his testimony before the Hunter Commission formed to inquire into the massacre, Brigadier Dyer acknowledged that he could have dispersed the crowd without firing but he would have become a laughing stock if they re-converged on the Bagh and made a fool of him. He said that if he would have used machine guns if he could get them through the narrow gates, and that taking the wounded to hospital was not his responsibility. British officers applauded the suppression of 'another Indian mutiny' and the House of Lords commended Dyer.

However, the House of Commons censured him and Winston Churchill remarked: "The incident in Jallianwala Bagh was an extraordinary event, a monstrous event, an event which stands in singular and sinister isolation." Dyer was officially sanctioned by the British government and resigned in 1920. The British press nonetheless defended Dyer labelling him 'Saviour of the Punjab' and started a sympathy fund collecting £26,000 for him.

An American woman donated £100 saying, "I fear for the British women there now that Dyer has been dismissed."

The events of 1919-20 bear an uncanny resemblance to contemporary times. We are all too familiar with laws similar to the Rowlatt Act, martial laws, indiscriminate killing of dissenters, curbs on the press, detention without warrant, in camera trials and sympathies for killers. The massacre of May 12, 2007, is still fresh in our memories.

The constant armed attacks on innocent populations in Balochistan and the tribal areas in the name of fleshing out militants and rooting out terrorists are all too familiar. Our post-independence history is replete with martial laws, press and publications ordinances, arrests without warrant and detentions of terror suspects. All this has been exacerbated after 9/11 in the name of the so-called war on terror.

The techniques of colonial governmentality persist as the nature of the state is essentially colonial. As some historians say, we never really achieved independence and only experienced a transfer of power from foreign to local masters. The continuities of history reveal to us the amazing consistency of the forms and application of power.

(Courtesy:DAWN)

دورانِ تعطیلات میٹرک اور ایف اے کے طلبہ کے فارغ اوقات کا بہترین مصرف

قرآن کالج

191۔ اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن لاہور

کے زیر اہتمام اس سال

اسلامک جنرل نالج ورکشاپ

کاانعقاد......9 جون تا 12 جولائی 2008ء......ہوگا' ان شاء اللہ!

ت: صبح 9:00 تا دوپہر 1:00 بجے روزانہ

امین:

جویدو ناظرہ　　2) مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب

طالعۂ حدیث　　4) تعارف ارکانِ اسلام' مسائل نماز

یادی انگلش گرامر پر خصوصی لیکچرز

رس کے اختتام پر کامیاب طلبہ میں اسناد تقسیم کی جائیں گی۔

ل میں محدود سہولت دستیاب ہے۔ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کے لیے شام کے

ت میں خصوصی کلاسز کا اہتمام ہوگا۔ ان شاء اللہ!

کورس فیس 500 روپے جبکہ ہاسٹل میں مقیم طلبہ کے لیے زرِ طعام و رہائش 1800 روپے

ن مستحق طلبہ کے لیے جو واجبات ادا نہ کر سکتے ہوں' خصوصی رعایت کی سہولت

لمعلن: ناظم قرآن کالج (فون 042-5833637)

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

View Point

By Rubina Saigol

No end to colonial governance

E Defence of India Act of 1915 an emergency criminal law cted by the British Raj to curtail olutionary and nationalist vities in India during the First rld War.

apparent intent was to prevent rorists' from calling public etings, publishing material ting the people to revolt, eminating revolutionary ature, and so forth. The act was gned to curtail actions by d revolutionaries characterised errorists' and 'extremists' with abroad.

ever, the legislation was so in scope that it rendered ect all political activity that even mildly critical of the sh Government of India, and it an effective end to whatever lom of expression the Indian had been allowed". This act the government of British special emergency powers to with German-inspired threats ially in Punjab. A special tribunal was established to with suspects who could be ed without warrant and had course to appeal.

arch 1919, at the end of the the British extended the al 'emergency powers' by g the recommendations of the att Commission headed by a h judge, Sir Sydney Rowlatt. r the guise of dealing with ic unrest', 'revolutionary ties' and 'terrorism', ally in Bengal and Punjab, t authorised the government imprison suspects without 2) arrest suspects without a nt; 3) hold secret, in camera of suspects; 4) tell suspects where they should live; 5) quell sedition by silencing the press.

The reasons given for instituting such a draconian law were the following: 1) alleged assistance given to the revolutionary movement in India by the German government to destabilise the British government in India; 2) destabilisation of the political situation in neighbouring Afghanistan by inciting the emir to turn against British India and the possible links of this to Bolshevik Russia; and 3) civil and labour unrest in India due to the post-war recession which led to the Bombay Mill Workers' strikes, unrest in Punjab due to several reasons including the havoc wrought by the Spanish flu epidemic causing the deaths of 13 million Indians.

The Rowlatt Act was met with immediate denunciation by Indian leaders. Gandhi organised strikes and demonstrations against the act and Jinnah resigned from the Legislative Council writing to the viceroy, Lord Chelmsford, that "the fundamental principles of justice have been uprooted".

The unjust law sparked furious waves of protest particularly in Punjab where there were rapid disruptions in rail, telegraph and communication systems, government buildings were burnt and five Europeans including government employees and civilians were killed.

The protests reached a peak in April 1919 and according to one account "practically the whole of Lahore was on the streets, the immense crowd that passed through Anarkali was estimated to be around 20,000". Several banks, government buildings and the railway station were attacked. By April 13, the British government had decided to place most of Punjab under martial law. A number of restrictions were placed on civil liberties including freedom of assembly and a ban on gatherings of more than four people.

On April 13, 1919, around 10,000 people gathered at the Jallianwala Bagh in Amritsar to register their protest. The British feared an uprising along the lines of the 1857 revolt which began in the month of May. Under the command of Brigadier Reginald Dyer, British Indian soldiers opened fire on the unarmed crowd. The firing lasted for 10 minutes and 1,650 rounds, or 33 per soldier, were fired. Official British Raj placed the casualty figures at 379, however private sources revealed that over 1,000 people were killed and 2,000 injured. The civil surgeon Dr Smith claimed that there were over 1,800 casualties.

The Bagh was bounded on all sides by buildings and houses and the few narrow openings were locked. There was no escape. Some people tried desperately to clamber over the walls while others jumped into a well to escape the bullets. Around 120 bodies were dug out of the well.

A curfew was declared in Amritsar and Dyer reported to his superiors that he 'had been confronted by a revolutionary army' and was therefore obliged to 'teach a moral lesson to the Punjab'. The lieutenant governor of Punjab, Sir Michael O'Dwyer wrote back: "Your action is correct. Lieutenant